

شوش بیانی

شوش

شوکت جمال

urdukutabkhanapk.blogspot

شوکت جمال



شوخ بیانی



اُردو کتب خانہ پی کے
[urdukutabkhanapk.blogspot](http://urdukutabkhanapk.blogspot.com)

شوکت جمال

فضلی سنز (پرائیویٹ) لمبیڈ

اُردو بازار، کراچی

شوخ
بیانی

کتاب	:	شوخ بیانی
شاعر	:	شوکت جمال
زیراہتمام	:	خن دوست، R-1158/A/4 سیکٹر 15-A، کراچی، پاکستان۔
اشاعتِ اول	:	جو لائی 2003ء
اُردو کپوزگ	:	محمد عبدالکریم (021-6342008)
سرورق	:	عبداللہ کلیم
کارٹونسٹ	:	علیم احمد
ناشر	:	شوکت جمال
طابع و تقسیم کار	:	فضلی سنز (پرانیویٹ) لیمیٹڈ، کراچی
قیمت پاکستان	:	۲۰۰ روپے
بیرونی پاکستان	:	۲۰ سعودی ریال، ۱۱۵ امریکی ڈالر

(جملہ حقوقِ حق ناشر محفوظ ہیں)

پاکستان میں کتاب ملنے کا پتہ

فضلی بک سپر مارکیٹ

507/3 ٹیپل روڈ، اردو بازار، کراچی

فون: 2629720-5 فیکس: 2633887

سعودی عرب میں کتاب ملنے کا پتہ

مکتبہ الندوی

پوسٹ بکس 1884، مکہ مکرمہ

ٹیلی فون: 5445026

شوخ
بیانی

بسم الله الرحمن الرحيم

افتہاپ

شگفتگی، شوئی، شرارت اور شفقت کا حسین امتزاج

مرحومہ بہن

سائراہ پروپن

کے نام

شوخ
بیانی

بسم الله الرحمن الرحيم

زبان خلق

جن سے مل کر زندگی سے پیار ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں ، مگر ایسے بھی ہیں
(سرود ربارہ بنکوی)



اُردو کتب خانہ پی کے
urdukutabkhanapk.blogspot.com

شیخ
بیانی

جستہ جستہ

فِن مزاج بہت نازک فن ہے۔ خوشی ہے کہ شوکت جمال بہت
کامیابی کے ساتھ اس فن کا حق ادا کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر عبداللہ عباد سندوی



ادب، شوکت جمال کو ورثہ میں ملا ہے، انہوں نے اپنے لیے
طنز و مزاج کا انتخاب کر کے اس صنف میں سدا بہار پھول کھلانے
ہیں۔ اگرچہ انہوں نے سنجیدہ اشعار بھی کہے ہیں لیکن ان کی شناخت
اور حوالہ مزاجیہ شاعری ہے۔ شوکت جمال کی مزاجیہ شاعری میں
ہنگامہ خیزی نہیں، شائستگی ہے۔ وہ روایتوں، حالات، واقعات اور
معاشرتی ناہمواریوں سے مزاج کا رنگ ابھارتے ہیں۔ چیلیاں لیتے
ہیں لیکن چیلیوں سے زخم نہیں ڈالتے بلکہ چونکا تے ہیں۔

ڈاکٹر اسلام فرنخی



شوکت جمال نے اپنی شاعری کے ذریعے معاشرے کی دکھتی
رگ پر ہاتھ رکھا ہے۔ میں انہیں ایک کامیاب طنز و مزاج گو شاعر
mantaa ہوں۔

پروفیسر مختار زمان



شوخ
بیانی

شوکت جمال یقیناً تخلیقی صلاحیتوں کے حامل ہیں ورنہ ایسے
اچھے اشعار نہ کہہ پاتے۔ ان کے مجموعہ کلام سے محظوظ ہوا ہوں۔
ڈاکٹر سلیم اختر



شوکت جمال نے اپنے وطن کی سیاسی اور سماجی ناہمواریوں کو
اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔

جادب قریشی



عام طور پر دیکھا یہ جاتا ہے کہ مزاح نگاروں کی کتابیں گھروں
میں رکھنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ شوکت جمال ایسے مزاح نگار ہیں جن
کی کتابیں شرفاء اپنے گھروں میں رکھ سکتے ہیں۔!

پروفیسر منور ہاشمی



شوکت جمال کی شاعری کے بارے میں کیا عرض کروں،
سوائے اس کے کہ ان کی شاعری، شوکت الفاظ اور احساسِ جمال کا
امتزاج ہے۔

پروفیسر وحید الرحمن خاں



شوکت جمال کی مزاح نگاری دھیمے مزاج کی حامل ہے اور
بے تکلف اظہار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ماہنامہ روڈاڈ، اسلام آباد





اُردو کتب خانہ پی کے

urdukutabkhanapk.blogspot

سادہ بیانی اور روانی

شوکت جمال کی شگفتہ طبعی اور تازگی شوخ بیانی پر آتی ہے تو سنجیدگی کے حصار کو توڑ کر گدگداتی ہوئی روح کی پاتال تک اتر جاتی ہے۔ کامیاب مزاح یہی ہے کہ پڑھنے والا ایک خوشنگوار احساس کے ساتھ آگے بڑھے اور کہیں زیرِ لب اور کہیں بالائے لب، قسم کے ہلکوں محسوس کرے۔ شوکت جمال قاری کے پہلو میں گدگدی کرنے اور اسے ہنسانے کا فن جانتے ہیں۔ ان کے یہاں سادہ بیانی اور روانی ہے۔ بات کہنے کا سلیقہ ان کی شاعری کے امکانات کو روشن اور وسیع کرتا ہے اور ان سے بہت سی امیدیں وابستہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

عبدالکریم خالد



اُردو کتب خانہ پی کے

urdukutabkhanapk.blogspot

شوخ
بیانی

طفر و تعمیر کے پہلو

شوکت کا پہلا مجموعہ دیوانچہ کے نام سے کوئی دو برس قبل شائع ہوا تھا جسے طفریہ مزاحیہ شاعری کے مجموعے کے طور پر ادبی حلقوں میں بجا طور پر سراہا گیا تھا۔

زیرِ نظر مجموعہ شوخ بیانی ہر طرح سے نقشِ ثانی کی تعریف پر پورا اترتا ہے اس مجموعے میں شامل منظومات شوخ بیانی کے اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ شوکت جمال کے یہاں مزاحِ محض برائے مزاح نہیں ہے بلکہ تہ درتہ طفر و تعمیر کے پہلو بھی رکھتا ہے اس طرح ”شوخ بیانی“ کی نظمیں شوخی و خنده زنی کا مواد ہی فراہم نہیں کرتیں بلکہ قاری کو سوچنے اور اپنا جائزہ لینے پر بھی مائل کرتی ہیں اور میرے نزدیک طفریہ و مزاحیہ شاعری کا یہ منصب بھی ہے اور مقصد بھی۔

محسن بھوپالی

شوخ
بیانی

بن گئی حسن بیاں شوخ بیانی اس کی

اب سے کچھ عرصہ پہلے ایک منفرد اور طرحدار مجموعہ کلام "دیوانچہ" کے عنوان سے، ہمارے ادبی حلقوں میں زبردست دھو میں مچا چکا ہے۔ سرز میں حر میں شریفین کے خوبصورت دار الحکومت ریاض میں مقیم شوکت جمال کا یہ دلکش مجموعہ کلام شوکت افکار اور جمال ہنر کے ساتھ ساتھ زندگی کے شوخ رنگوں کا بھی حسین شاہکار ہے، یعنی یہ سنبھیدہ و مزاحیہ کلام کا امترانج ہے اور جیسا کہ میں اب سے پہلے اس پر اظہارتاثر کرتے ہوئے لکھ چکا ہوں، لکھائے رنگ رنگ سے ترتیب پانے والے اس حسین گلدستے کی اہم ترین خوبی یہ ہے کہ اس میں شامل ہر پھول کے رنگ و بو اور حسن و صبحات کی انفرادیت کو بھی برقرار رکھا گیا ہے اور تمام پھولوں کے یکجا کر کے ایک مجموعی دلاؤیزی بھی پیدا کی گئی ہے، جو مثالی کمال ہنر ہے۔

اور اب شوکت جمال کے شوخ و شگفتہ کلام پر مشتمل ان کا دوسرا مجموعہ "شوخ بیانی" کے نام سے منظر عام پر آ رہا ہے۔ اس میں "دیوانچہ" سے بھی کچھ شگفتہ کلام شامل کیا گیا ہے اور تازہ کلام بھی۔ اس طرح یہ طنز و مزاحیہ شاعری کے ایک جامع مجموعہ کی حیثیت سے

شوخ
بیانی

شائع ہو رہا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بعض لوگ چاندی یا سونے کا چمچہ منہ میں لیے پیدا ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے تو میں شوکت جمال کے بارے میں کسی خوش خیالی کا شکار نہیں ہوں، البتہ یہ یقین ضرور رکھتا ہوں کہ وہ ایک دلکش و پاکیزہ قلم کے ساتھ ایک ایسے صاحب علم و ادب اور صاحب حرف و بیان کے گھر میں پیدا ہوئے تھے جن کے فکر و ہنر نے کئی ذہنوں کو روشنی عطا کی تھی۔ ان کے والد گرام جناب ابو ظفر زین یقیناً ایک ایسی ہی شخصیت تھے جنہوں نے نہ صرف شعر و ادب اور علم و ہنر کی آیاری کی بلکہ اہل علم و ادب کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کا بھی سامان کیا۔ ان کی سراپا فیض شخصیت کو پاکستان کے عوام، بالخصوص شہروں کے شہر کراچی کے لوگ اب تک نہیں بھول لے، نہ کبھی بھول سکیں گے۔ شوکت جمال انہی کی قائم کردہ روشن روایات کے علمبردار ہیں اور امین ہیں۔

انہوں نے سنجیدہ شعر گوئی کے ساتھ ساتھ، بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ، شگفتہ گوئی کو اختیار کیا ہے۔ شگفتہ گوئی، یعنی طنز و مزاح نگاری، نثر میں ہو یا نظم میں آسان کام نہیں، بلکہ انتہائی مشکل اور جان لیوا کام ہے۔ اسی لیے اہل نقد و نظر اسے تلوار کی دھار پر نگہ پاؤں چلنے کا عمل قرار دیتے رہے ہیں اور یقیناً یہی سبب ہے کہ ہمارے ادب کے ہر دور میں نظم و غزل کی سنجیدہ شاعری کے حوالے سے تو شعراً کا تجوم دکھائی دیتا ہے لیکن طنز و مزاح کے میدان میں محدودے چند..... دو، تین یا چار شاہسوار ہی دکھائی دیتے ہیں، ہمارے عہد میں سانس لینے اور دوسروں کے انفاس کے لئے کھلی پاکیزہ فضا پیدا کرنے والوں

میں شوکت جمال کا نام نمایاں اور قابل تکریم ہے۔

میں سکھ بند نقاد ہوتا تو شاید اس موضوع پر لمبی چوڑی بحث
کر جاتا اور حسب روایت ایسی بہت سی باتیں بھی کرتا، جن کے مفہوم
اور معنی کو محض مفروضوں کا ذریعہ سمجھا جا سکتا، لیکن میں نقاد نہیں صرف
شاعر ہوں اور ادب کا مخلص اور خوش ذوق قاری اور سامع۔ اس لیے
میں شوکت جمال کے آنے والے مجموعہ شعر شوخ بیانی کے بارے میں
ان کے پہلے مجموعہ کلام ”دیوانچہ“ کی دلاؤیزی کی روشنی ہی میں بات
کر سکتا ہوں اور وہ بات صرف اتنی ہی ہے کہ مجھے کامل یقین ہے کہ
اس قدیم اصول کے تحت کہ، نقاش نقشِ ثانی بہتر نہ دزاوں، ان کا
دوسرा مجموعہ شعر ”شوخ بیانی“، ان کے پہلے مجموعہ کلام ”دیوانچہ“ سے
بھی زیادہ دلکش، دلاؤیز اور فکر انگیز ثابت ہو گا اور نہ صرف ادب کے
قارئین بلکہ ناقدین بھی پکارا ٹھیں گے ع
بن گئی حسن بیاں شوخ بیانی اس کی

امداد نظمی (تمنہ امتیاز)

نظمی کا ٹیچ، نظمی سٹریٹ گشناوں،
بریوری روڈ، کوئٹہ

ندرتِ خیال

شوکت جمال کی شاعری ان کی تازگی فکر، شگفتگی طبع اور ندرت خیال کا عکس ہے۔ ان کا پیرایہ بیان مزاجیہ بھی ہے اور طنزیہ بھی۔ دور حاضر کی مصلحہ خیز بولمحیاں شاعر کی تیز نگاہی کا شکار ہیں۔ اکثر اشعار میں قاری اپنی تصویریں دیکھ کر متھیر ہو گا۔ طنز و مزاح دونوں کسی کی کمزوری بیان کرتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ایک کا مقصد ہمدردی و اصلاح ہے اور دوسرے کا مقصد تمسخر یا اہانت۔ شوکت جمال دونوں کو بروئے کار لَا کر معاشرے کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں قاری دل مسوس کر رہ جاتا ہے، جیسے ۔

افسر ہیں بنے ہارٹی ٹپھر کے وہ جب سے
تب سے ہے لگی بنگلے پہ اشجار کی تختی
یا

چناو سر پہ آئے ہیں چلیں گے پھول گیندے کے
گلوں میں لیدروں کے پھر ڈلیں گے پھول گیندے کے
یہ اور اس قسم کے دوسرے اشعار شوکت جمال کے مزاجیہ
انداز کی بھرپور نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کے ماں کہیں ایک نوع

کی سنجیدگی بھی دکھائی دیتی ہے۔ بعض مقامات پر تو اتنے سنجیدہ ہوتے ہیں کہ مزاح کا نشان تک نہیں ملتا۔ اسے عیب جوئی نہ سمجھیے بلکہ خوبی گردائیے۔ اس سے یہ بھی سراغ ملتا ہے کہ وہ سنجیدہ طبع بھی ہیں اور کسی مفید مقصد کے بغیر مزاح کے بے تکے تیر نہیں چلاتے۔

محسن احسان

85-G-3 حیات آباد، پشاور

شوخ
بیانی

ناہمواری کی اصلاح

شوکت جمال کا مزاجیہ کلام اس سے قبل بعض رسائل خصوصاً 'رابطہ' میں گاہے گا ہے زیر مطالعہ آیا۔ اب بہت سا کلام یکجا دیکھ کر مسرت ہوئی کہ یہ یگل ہائے پریشاں، لڑی میں مسلک ہو گئے ہیں۔

شوکت جمال کا مزاج، مزاجیہ شاعری کے ضروری لوازمات سے معمور ہے۔ اس مزاج میں وہ گدگدی ہے جو بے ساختہ ہنستی لاتی ہے اور ہنسنے والا ہنسنے ہنسنے اپنی ناہمواری کی اصلاح پر مائل ہو جاتا ہے۔ ایسی چیلکی نہیں جو کھال کونوچ ڈالے اور اس کی چبھن اور سک کسک طبیعت میں بیزاری پیدا کرے۔ شوکت جمال نے سماجی اور سیاسی مسائل پر احتیاط و اعتدال سے قلم اٹھایا ہے اور دلچسپ و مفید شاعری کی ہے۔ امید ہے کہ شوکت جمال کی آئندہ شاعری مزید فکر و فن کی پختگی کے ساتھ قارئین کو متوجہ اور مائل کرتی رہے گی۔

پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرناٹی

شیخ
بیانی

شوکت جمال کافن!

مزاح اس کنوں کی مانند ہے جو درد کی جھیل میں کھلتا ہے۔
 اندوہ کو کشید کرنے سے جو قطرہ عرق برآمد ہوتا ہے، اسے طنز و مزاح کہتے ہیں۔ بلاشبہ جو شخص محض زندگی گزارتا نہیں بلکہ اسے بسر کرتا ہے، زندگی کو جیتا ہے، زندگی سہتا ہے اور زندگی کرتا ہے، وہی ہنسنے اور ہنسانے کے فن سے آشنا ہوتا ہے۔ اسے ادراک ہوتا ہے کہ ہنسی کتنی مہنگی ہے، خوشی کس قدر ناپید ہے۔ پہلے وہ خود اپنے آپ پر ہنستا ہے، پھر دنیا پر ہنسنے لگتا ہے۔ اسے گدگدانے کا قرینہ آجاتا ہے۔ کبھی وہ چاقو کی نوک سے گدگدی کرتا ہے اور کبھی نوک قلم سے۔

میں سمجھتی ہوں طنز و مزاح لکھنا مشکل ترین کام ہے اور یہ ادب کی عالی اور اعلیٰ صفت ہے۔ شوکت جمال اس میدان میں اپنی انوکھی اور نرالی سچ دھج سے داخل ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں شوکت ہنر بھی ہے اور جمال فن بھی۔ ان کا مزاحیہ انگ تروتازہ اور نرم گو ہے۔

پہاڑوں سے پھوٹنے والے چشٹے کی طرح، گاہ چھیڑتا، گاہ اگھیلیاں کرتا، گاہ مٹلتا، گاہ مسکراتا، زندگی سے قریب تر نظر آتا ہے۔ وہ اپنے اویز بردستی کا مزاح طاری نہیں کرتے۔ نہ بنائے شعروں پر پیوند

کاری کرتے ہیں۔ ان کا انداز بڑا اور بجنل اور سافٹ ہے۔ شعر پڑھتے ہی اپنے آپ مسکرانے لگتے ہیں۔

شوکت جمال انسانی جبلتوں سے آگاہ ہیں۔ اپنے منفرد اور سادہ انداز کی بدولت الگ سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان ہاں جدتِ فکر اور طرازی سخن بھی ہے۔

اس خلفشار کی ماری ہوئی دنیا میں، جہاں خرید و فروخت کا ایک بازار لگا ہے، مسکراہٹ ہی ایک انمول چیز ہے۔ شوکت جمال کا دم اور فن غنیمت ہے کہ لوگوں میں خوشیاں اور مسکراہٹیں بانٹنے کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ تھی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ طنز و مزاح کر رہے ہیں وہ نیکی کا کام کر رہے ہیں۔ جینے کا سلیقہ عطا کر رہے ہیں۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے قلم کو سدا ہرا بھرار کھے۔ آمین

بشری حمن

وطن دوست

C-8، احمد بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

شوکت جمال ایک کامیاب مزاح نگار

معروف کنیڈین ادیب اسٹیفن لیکاک نے مزاح کے بارے میں بڑی بچی تلی رائے دی تھی۔ اس نے کہا تھا: ”مزاح زندگی کی ناہمواریوں کا مشفقاتہ ادراک اور اس کا فنکارانہ اظہار ہے۔ مزاح کی روح انسانی ہمدردی میں پوشیدہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مزاح میں مسخرے پن کی کوئی گنجائش نہیں۔ بلاشبہ مزاح نگار انسانی رویوں کو ایسے زاویے سے دیکھتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے ہولنا کیاں دم توڑ دیتی ہیں، کمزرویاں لطف دینے لگتی ہیں اور تلخیاں قہقہوں میں تخلیل ہو جاتی ہیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ جسے مزاح کا ہدف بنایا جاتا ہے، وہ خود بھی داد دینے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے مزاح نگار پر مومن کا یہ شعر صادق آتا ہے ۔

لگتی ہیں گالیاں بھی ترے منہ سے کیا بھلی
قربان تیرے پھر مجھے کہہ لے اُسی طرح
انسانی فطرت کے منقی اور قابل اصلاح پہلوؤں کو اگر تند گوئی
کے ساتھ ہدف تنقید بنایا جائے تو نہ صرف یہ کہ معاشرے میں بگاڑ
برقرار رہتا ہے بلکہ تعلقات میں بھی دراڑ پڑ جاتی ہے۔ پندو نصائح کا

شوخ
بیانی

انداز بھی انسان کے مزاج سے لگانہیں کھاتا اور نہ ہی بحث و تکرار سود مند ثابت ہوتی ہے۔ مزاجیہ رنگ اختیار کر کے آپ کو ایسی IMPUNITY (براہیت) حاصل ہو جاتی ہے کہ آپ آزادی اور بے باکی کے ساتھ کہہ سکیں۔ اسی لیے ارسٹونے مزاح کو ”مہذب گستاخی“ قرار دیا تھا۔

جناب شوکت جمال، جن کا ادبی سفر خاصاً طویل ہو چکا ہے، ہمارے عہد کے ایک اہم اور قابل ذکر مزاح نگار ہیں۔ زیر نظر کتاب ”شوخ بیانی“ ان کا دوسرا مجموعہ کلام ہے، اس سے قبل ان کا پہلا مجموعہ ”دیوانچہ“، اہل ذوق حلقوں میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔ اگر میں یہ کہوں کہ حس مزاح انہیں ورنہ میں ملی ہے تو کچھ بے جانہ ہو گا، اس لیے کہ ان کے والد ابوظفر زین (مرحوم) بھی ایک مستند اور مسلم الثبوت مزاح نگار تھے۔ اپنے عظیم والد کی طرح شوکت جمال بھی نظم اور نثر دونوں اصناف میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ یہ بات اور ہے کہ نثر کی طرف ان کا رجحان نسبتاً کم ہے۔

اس مجموعے میں نظمیں بھی ہیں، غزلیں بھی، قطعات بھی اور تضمینیں بھی۔ انھیں پڑھ کر فوری احساس ہوتا ہے کہ شاعر نے زبردستی ہنسانے کی کوشش نہیں کی ہے، میں اسے صحبت مند مزاح کے لیے پہلی شرط سمجھتا ہوں۔ مجھے یہ کہنے میں بھی کوئی تامل نہیں کہ آج جو اردو کا مزاجیہ ادب انحطاط کا شکار ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ مزاح نگار اپنی تحریروں میں مداری کے کرتباً دکھاتے نظر آتے ہیں۔ ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ قاری کسی نہ کسی طرح ہنس پڑے۔ قاری کو نہیں تو کیا آئے گی، الٹا سر پیٹ لیتا ہے (اس کے بس میں ہو تو

مزاح نگار کا بھی سر پیٹ لے) شاید ایسے ہی دیگر گوں حالات سے دل برداشتہ ہو کر پاکستان کے ایک روشن خیال مزاح گوشاعر (ڈاکٹر انعام الحق جاوید) نے اعلان کیا ہے کہ وہ 2002ء کے بعد مزاجیہ شاعری سے "تائب" ہو جائیں گے۔

شوکت جمال نے مزاح میں شائستگی کی اُن روایات کی پاسداری کی ہے جو، اب معدوم ہوتی جا رہی ہیں۔ اولًا انہوں نے موضوعات کا انتخاب بہت سو جھ بوجھ کے ساتھ کیا ہے، تمام موضوعات ہمارے سامنے کے ہیں، جن سے ہمیں دن رات واسطہ پڑتا ہے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ پائی پائی جوڑ کر برسوں میں کہیں جا کر اس قابل ہوتے ہیں کہ مکان تعمیر کروائیں تاکہ اس کی آمدنی ضرورت کے وقت کام آئے لیکن ہوتا یہ ہے کہ محنت کی کمائی سے تعمیر شدہ مکان پر ناجائز قبضہ کر لیا جاتا ہے، جسے ختم کروانے کے لیے مالک مکان کو مزید زیر بار ہونا پڑتا ہے اور عدالتوں کے چکرالگ لگتے ہیں۔ شوکت جمال نے اپنی غزل کے ایک شعر میں اس پوری کیفیت کو یوں کوڑے میں بند کیا ہے ۔

مکاں کرائے پہ دے کر جو لوگ خوش تھے بہت
عدالتوں میں ہیں وہ لوگ اب مکاں کے لیے
اجتماعی بے حسی آج کے دور کا ایک شعار بن چکا ہے۔ ہم اپنے
اردو گرد واقع ہونے والے مصائب و مسائل سے لاتعلق رہنے اور ان
میں بنتلا لوگوں سے پہلو تھی کرنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔ مزاح کے
ایک سینئر شاعر پروفیسر عنایت علی خان نے اپنے ایک شعر میں قومی
کردار کے اس افسوسناک پہلو کو یوں رقم کیا ہے ۔

شوخ
بیانی

حادثے سے بڑا سانحہ یہ ہوا
 لوگ ٹھہرے نہیں حادثہ دیکھ کر
 شوکت جمال نے علامہ اقبال کی زمین (کھول آنکھ زمیں
 دیکھ، فلک دیکھ، فضاد دیکھ) میں بے حسی کو موضوع سخن بنایا ہے، اپنے
 قاری کو یہ ”صاحب“ مشورہ دیتے ہیں ۔

کترا کے نکل جا کہ اسی میں ہے بھلانی
 جب بھی کوئی اپنا کسی تھانے میں کھڑا دیکھ
 ”امدادِ باہمی“ ایک دلچسپ اور واقعاتی نظم ہے، جس کا
 تانا بانا ایک شاعر کی گمشدہ بیاض کے گرد بنا گیا ہے۔ جب ایک اور
 شاعر کو یہ اطلاع ملتی ہے تو وہ اپنے ہم عصر کو فون کر کے اس سے
 ہمدردی اور اظہار تبھی کرتے ہیں۔ ایک مرحلے پر وہ جوش تعاون میں
 یہ پیشکش بھی کر دیتے ہیں ۔

مرا دیوان حاضر ہے، اسے اب آپ ہی رکھ لیں
 سمجھ لیں ہر غزل، قطعہ، رباعی، مثنوی اپنی
 تا ہم متاثرہ شاعر اس پر رضا مند نہیں ہوتے۔ اب ایک
 طرف سے اصرار اور دوسرا طرف سے مسلسل انکار کے مکالمے قاری
 کو مختلط کرتے ہیں۔ یہ نظم اس وقت اپنے نقطہ خروج پر پہنچ جاتی ہے
 جب اس ردود کد کے دوران میں، بے خیالی میں، غم زدہ شاعر کے منہ
 سے نکل جاتا ہے ۔

نشانی اس مبارک دن کی تھی جب میرے دفتر میں
 بیاض شاعری بھولا تھا کوئی اجنبی اپنی
 پورے مجموعے میں شاعر نے ابتدال اور یادو گوئی سے پرہیز

کیا ہے۔ اس کی مثال تل کے موضوع پر ایک شعر میں ملتی ہے۔ محبوب
کے رخسار پر پائے جانے والے تل کے حوالے سے اردو کی مزاجیہ
شاعری میں متعدد سو قیانہ اشعار بھی دستیاب ہیں لیکن شوکت جمال مخصوص
تکرار لفظی پر اکتفا کرتے ہوئے مزاح پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے
ہیں۔ کہتے ہیں ۔

رخسار و زلف و لب کی وہ سنتے رہے صفات
تل کا ہوا جو ذکر تو وہ تملنا گئے
غالب کی ایک غزل پر پانچ پانچ مصرعوں کے پانچ بندالیسی
چاہکدستی سے کہے گئے ہیں کہ مرزا کے حقیقی (پانچویں) مصرع کا
جدید مفہوم سامنے آتا ہے جو، ہر ایک کے تجربے کی بات ہے۔ پہلے
بند کی شوخ بیانی ملاحظہ ہو ۔

گزرے وہ جھلاتے ہوئے جھمکا مرے آگے
لاکٹ ہے تو گلن ہے تو چھلا مرے آگے
رہتا ہے ہمیشہ ہی یہ خطرہ مرے آگے
لڑکی مرے آگے ہے کہ لڑکا مرے آگے
”ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے“

بیگمات سے نوک جھوک ہمیشہ سے مزاح نگاروں کا پسندیدہ
موضوع رہا ہے۔ یہ روایت اکبرالہ آبادی کے دور سے چلی آ رہی
ہے، جن کا یہ شعر بہت مشہور ہے ۔

اکبر کبھی دبے نہیں سلطان کی فوج سے
لیکن شہید ہو گئے بیگم کی نوج سے
بیگمات کی شاپنگ کو طنز کا نشانہ بنایا جائے تو مزاجیہ شعر

دو آتشہ ہو جاتا ہے۔ کچھ یہی کیفیت شوکت جمال کے اس قطعے میں
پائی جاتی ہے۔

بیگم کے ہیں، جو میں نے اٹھائے ہیں یہ تھیلے

اپنا انہیں کہنے کو میں تیار نہیں ہوں

بل میں نے دکانوں پہ چکائے تو ہیں بے شک

”بازار سے گزر را ہوں خریدار نہیں ہوں“

موجودہ پر آشوب دور میں جبکہ ہر طرف بھر انوں کا راج ہے،

لوگ بوکھلانے ہوئے ہیں اور ان کے چہروں سے مسکراہٹ گویا روٹھ

گئی ہے، اگر کوئی قلم کا رتحوڑی دیر کے لیے ماحول کے بوجھل پن کو کم

کر کے نہ صرف ہمیں ذہنی آسودگی فراہم کرتا ہے بلکہ چہروں پر

مسکراہٹ بھی بکھیر دیتا ہے تو میرے نزدیک یہ اس کی ایک بڑی

خدمت ہے۔ ویسے بھی بقول شنخے ۔

کون بہتے ہوئے اشکوں پہ نظر رکھتا ہے

لوگ ہنسنے ہوئے چہروں کو دعا دیتے ہیں

جناب شوکت جمال ہماری دعا کے مستحق ہیں کہ ان کا کلام

پڑھ کر صاحبِ ذوق قاری کو فہمی بھی آتی ہے اور وہ کچھ سوچنے پر بھی

محجور ہو جاتا ہے۔ یہی ایک مزراح نگار کی کامیابی کی بین دلیل ہے۔

ڈاکٹر ایم معین قریشی

سوکنوں سے یکساں سلوک!

سنجدہ شاعری کرنے والے مزاجیہ شاعری نہیں کرتے۔
 مزاجیہ شاعری کرنے والے عموماً سنجدہ شاعری جیسی ثقیل شے سے
 پرہیز کرتے ہیں۔ شوکت جمال ان معروف دے چند شعراء میں شامل
 ہیں جنہوں نے

کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے
 کے مصدق بیک وقت پرہیز اور بد پرہیز کا عمل جاری رکھا۔ جہاں
 بھی انہیں اپنے اظہار کے لیے ایک میڈیم ناکافی محسوس ہوا
 انہوں نے فوراً چینل بدل کر اپنی بات موثر طریقے سے پہنچانے کا
 مقصد حاصل کر لیا، جس کا یہ فائدہ ہوا کہ سنجدہ شاعری کا تغزل ان
 کی مزاجیہ شاعری میں بھی روای دواں ہے اور ان کی سنجدہ شاعری
 بھی خشک نہیں، حید آبادی بریانی کی طرح لگتی ہے!۔

عموماً دو شادیاں ہر ایک کو راس نہیں آتیں، اور سنجدہ اور
 مزاجیہ شاعری تو ایک دوسرے کے لیے لڑا کا سوکنیں ثابت ہوتی ہیں
 مگر شوکت جمال نے دونوں سے برابر کا سلوک کیا اور ایک دوسری کو
 شیر و شکر ہو کر رینے کا طریقہ سکھایا۔ شرابوں میں شرابیں ملا کر نشہ

بڑھانے کا یہ عمل دیکھ کر مجھے ایک بہت پرانا شعر یاد آگیا ۔
 ترے گھر کی سل پہ میں نے اس قدر چٹھا ہے سر
 سل کے ٹکڑے سر میں ہیں اور سر کا قیمہ سل میں ہے
 شوکت جمال نے بھی دونوں انداز میں قلم اٹھاتے ہوئے سل
 اور سر کے ٹکڑے ملا دیے ہیں ۔ انہوں نے وطن کے حالات، سیاسی
 خلفشار، پرولیس میں رہنے والوں کے مسائل، وطن میں ان کے اہل
 خانہ کے مسائل، معاملات دل وغیرہ پر دونوں انداز سے لکھا ہے ۔ ان
 کی شاعری سنجیدہ شاعری ہو یا مزاجیہ، اس میں ان کی شخصیت کی طرح
 ایک ٹھہراو، ایک توازن ہے ۔ وہ پھول مارتے ہیں، پتھر نہیں، سوتی
 چھوتے ہیں نخجرنہیں ۔ ان کی سنجیدہ شاعری پڑھ کر جھونک لینے کو جی
 نہیں چاہتا، بس دل کے اندر دکھ کی لہری بیدار ہو جاتی ہے ۔ ان کی
 مزاجیہ شاعری پڑھ کر قہقہہ لگانے کو نہیں، زیریں مسکرانے کو جی چاہتا
 ہے ۔ طنزیہ اشعار پڑھ کر معاشرے کو سدھارنے کے لیے گند اسہ
 اٹھانے کو جی نہیں چاہتا بلکہ قاری خود کو اسی معاشرے کا ایک رکن سمجھ کر
 لطیف سی خجالت محسوس کرتا ہے ۔

لسم سحر
 پوسٹ بکس نمبر 5925
 جده 21432 سعودی عرب

افسر بے کارِ خاص!

ہماری بڑی بیٹی سارہ انتیس رمضان کو روزہ کھولنے کے بعد
ٹیرس پر کھڑی عید کا چاند دیکھ رہی تھی۔ جب کافی دیر ہو گئی اور چاند نظر
نہ آیا تو جھنجلا کر بولی:

”ابو جی یہی یہی..... چاند نظر نہیں آ رہا، کل ایک روزہ اور
رکھنا پڑے گا!“

چھوٹی بیٹی حصہ نے سنا تو نماز چھوڑ کر دوڑتی ہوئی آئی اور
کہنے لگی:

”باجی..... باجی..... ان اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر ڈھونڈو
چاندل جائے گا.....!“

چاند ہوتا تو دکھائی دیتا۔ یہی حال مزاحیہ مجموعوں کا ہے۔ اکثر
مزاح گوشاءروں کے ہاں مزاح انتیس کے چاند کی مانند ہوتا ہے۔
ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا بلکہ اکثر حالتوں میں تو قاری بیچارے کو پورا
مجموعہ کھنگا لئے کے بعد ان اللہ پڑھنا پڑتی ہے، لیکن شوکت کی شاعری
مجموعی طور پر جاندار ہے اور ان کا مزاح تمیں کے چاند کا سا جمال لیے
ہوئے ہے، جو ”نمکین غزل“، یا ”سخن ظریف“، لکھے بغیر بھی بآسانی

شوخ
بیانی

نظر آ جاتا ہے۔ وہ پیرو ڈی بھی بہت اچھی کرتے ہیں ورنہ آج کل تو
حالت یہ ہے کہ اکثر لوگ سخن ظریفی کے نام پر ستم ظریفی کر رہے ہیں
اور ظراحت کے نام پر گھٹیا اور غیر معیاری مزاح پیش کر رہے ہیں۔
اب شوکت کی شخصیت کے تین پہلو:

ہمارے ہاں یہ تاثر عام ہے کہ اردو زبان میں مزاح لکھنے
والے اب آہستہ آہستہ ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ الزام
لگانے والوں کا مطالعہ محدود ہے اور ان کی نظر سے زرداروں کی
زیر پر پستی نکلنے والے ادبی رسائل میں چھپے ہوئے تنقیدی مضامین اور
خصوصی گوشے نہیں گزرے، جو اطیف مزاح کی عمدہ مثال ہیں۔ ان کو
یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ ہمارے تمام اتحجھے اہل قلم بیرون ملک ”مقیم“
ہیں اور ملک میں صرف ”مسافروں“ کا ڈیرا ہے.....! لیکن شوکت کی
شان دیکھیے کہ استطاعت اور استحقاق رکھنے کے باوجود نہ تو کسی ایسے
رسالے میں اپنا ”فکا ہی گوشہ“ لگوایا، نہ ہی خصوصی نمبر نکلوایا۔ ایسا
کیوں نہ ہو، وہ اردو اور انگریزی کے مستند صحافی، کالم نگار، شاعر،
مصنف اور مترجم سید ابوظفر زین مرحوم کے صاحبزادے ہیں اور اعلیٰ
خاندانی پس منظر کے حامل ہیں۔

شوکت کا اپنے فرائض منصبی کے ساتھ انصاف کرنا بس اسی
بات سے ثابت ہے کہ وہ سعودی عرب میں جس کمپنی میں ملازم ہیں،
اس کا کاروبار کافی عرصے سے رو بہ زوال ہے، پھر بھی ماکان نے
انہیں اپنے دفتر میں بطورِ خاص بیکار رکھا ہوا ہے اور تنخواہ دیے جا رہے ہے
ہیں۔ تاویل یہ پیش کرتے ہیں کہ تم نے یہ دفتر کھولا تھا، تم ہی اسے تالا
بھی لگاؤ گے، ورنہ ہمارے ہاں تو ایسے حالات میں سیٹھ اپنے

ملازموں کو (بقول غالب) نہ تجوہ دیتے ہیں نہ جواب۔ بس کام لیے
چلے جاتے ہیں۔

شوکت کے بے تکلف اور ملنسار ہونے کی گواہی، ہم دیں گے۔

پہلی ملاقات کے بعد دوسرا بار ملنے آئے تو ہم نے انہیں اپنے ہاں
ادبی نشست پر مدعو کیا۔ ہمارے پرانے فلیٹ کے لاونچ میں (جسے ہم
عزت سے "ڈرائیک روم" کہا کرتے تھے) اٹھائیں آدمیوں کے
بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ چونکہ ادیب اور شاعر حضرات ذرا پھیل کر بیٹھتے
ہیں اور کھل کر گفتگو کرتے ہیں، اس لیے ہم نے تقریب کے لیے پندرہ
مہماں کی ایک فہرست تیار کی۔ دوسرے روز دفتر سے گھر پہنچے تو شام
کو ان کا فون آیا کہ میں اپنے ساتھ آپ کی بھابی کو بھی لیتا آؤں۔ ہم
نے کہا لے آئیں اور فون رکھ کر اسی وقت اپنی فہرست سے ایک شاعرہ
کا نام کاٹ دیا۔ اگلے روز پھر فون آیا کہ میں آج کل اپنے بھائی کے
ہاں ٹھہرنا ہوا ہوں، شاید وہ لوگ بھی ہمارے ساتھ آئیں۔ ہم نے کہا،
کوئی بات نہیں اور فون رکھتے ہی فہرست سے ایک شاعر اور ایک ادیب
کا نام اور حذف کر ڈالا۔ تقریب میں چار روز باقی تھے اور اہل قلم کو
دعوت دے چکے تھے کہ رات کو پھر فون آیا: "اگر آپ کو ناگوار نہ
گزرے تو میں مودی بنانے کے لیے دولڑ کوں کو بھی اپنے ساتھ لیتا
آؤں۔ دراصل سعودی عرب میں ادبی تقریبات کی رویا رڈنگ دیکھنا
بھی ہمارے لیے جی بہلانے کا ایک ذریعہ ہے۔" سوچا بھی نہ تھا کہ
ہماری صورت بھی کبھی کسی کے لیے تفریح کا باعث بن سکتی ہے۔! ہم
نے کہا آپ انہیں شوق سے لاائیں اور ان کی جگہ بنانے کے لیے سالن
میں پانی ڈالنے کی بجائے ہم نے اپنے چھوٹے بھائی اور بھابی یعنی

کامران اور طاہرہ کے نام پر کراس لگادیا۔ اب سمجھ میں آیا کہ بڑی ادبی تقریبات سے چھوٹوں کے نام اچانک کیوں کٹ جاتے ہیں۔ شوکت کی یہ بے تکلفی اور اپناستہ ہمیں بے حد پسند آئی اور ہم نے انہیں اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل کر لیا۔!

انور احمد علوی

D-12، ابراہیم بلینگ،

گلشنِ اقبال، بلاک-11

کراچی-75300

شیخ
بیانی

دوسری شوخ بیانی!

شوکت جمال اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ان کی پہلی کتاب
بھی "شوخ بیانی" ہی تھی!

شوکت جمال نے اپنی دونوں کتابوں کے نام بہت سوچ بچار
کے بعد رکھے، جیسے کوئی اپنی اولاد کا نام خاصے غور و خوض کے بعد رکھتا
ہے۔! اپنی "پہلوٹھی" کی معنوی اولاد، کا نام انہوں نے "دیوانچہ" رکھا۔
اگرچہ بعض (غیر) معتبر احباب نے اس نام پر اعتراض کیا کہ دیوانچہ چہ
معنی؟ لیکن معروف اہل علم نے اس نام کی انفرادیت کو سراہا۔ میں نے
دیوانچہ اور "صاحب دیوانچہ" کے بارے میں اپنے دلی تاثرات کا
تحریری اظہار کیا تو اس اظہار نامے کا عنوان "شوکت شوخ بیانی" رکھا۔
"شوکت شوخ بیان" کو غالباً یہ عنوان بھلا لگا چنانچہ انہوں نے اپنی
دوسری معنوی اولاد کا نام "شوخ بیانی" پسند فرمایا۔

شوکت جمال کا اصرار ہے کہ ان کی پہلی کتاب "دیوانچہ"
حالصتاً مزاح کی کتاب نہ تھی اور یہ کہ انہیں ایک "سبجدیدہ شاعر" کے
طور پر بھی تسلیم کیا جانا چاہیے لیکن میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔
وہ جس سے ہے کہ میرے دل میں شوکت جمال کی وقعت اور قدر و منزلت،

شوخ
بیانی

شوکت جمال کی سنجیدہ شاعری سے زیادہ ان کی مزاجیہ شاعری کی وجہ سے ہے۔ میں سنجیدگی کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ شوکت جمال کو رب کریم نے بہت لطیف حس مزاح عطا فرمائی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ انہیں شاستہ طبع بنایا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ انہیں دل دردمند سے نوازا ہے۔ یہ عنصر جب باہم تعامل کرتے ہیں تو نہایت با مقصد، شاستہ، لطیف اور پر مزاح ”شوخ بیانی“ وجود میں آتی ہے۔ شوکت جمال کے کلام پر لطف میں بڑا تنوع ہے۔ وہ میاں بیوی کی روایتی نوک جھوک سے لے کر شاعروں کی ہیئت کذائی پر اور لال بیگ سے لے کر بلی کے ہاں ولادت پر بلا تکلف اظہار خیال کرتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ ان بظاہر عام سے موضوعات کو نظم کرتے ہوئے ہماری سماجی کمزوریوں پر بڑی گہری طنز کر جاتے ہیں، پھر یہ کہ وہ الفاظ کا چناؤ اتنے قرینے سے کرتے ہیں کہ موضوع کی نزاکت کے باوجود کہیں ہلکا پن محسوس نہیں ہوتا۔

شوکت جمال صحراۓ ادب میں طویل سفر طے کر چکے ہیں لیکن ابھی انہیں دور..... بہت دور جانا ہے۔ بہت سی کٹھن منازل ان کے لیے چشم برآہ ہیں۔ دل کی گہرائیوں سے میری خواہش اور دعا ہے کہ شوکت جمال بہت معیاری مزاح تخلیق کریں، جوار دو ادب میں رہتی دنیا تک کے لیے اپنا اعلیٰ مقام محفوظ کرواسکے۔

کلمہ چختائی
ایڈیٹر ماہنامہ رابطہ

شوخ
بیانی

اس طرح حال دل کا کہتا ہوں

میرے پہلے مجموعہ کلام "دیوانچہ" کی جس قدر پذیرائی ہوئی، وہ میری توقعات سے بہت بڑھ کرتھی۔ یہ کتاب وطن عزیزاً ور دوسرے ممالک میں کئی دانشوروں اور صاحب ذوق خواتین وحضرات کی نظر سے گزری۔ دیوانچہ کا جو حصہ مزاجیہ اور طنزیہ غزلوں اور نظموں پر مشتمل تھا، وہ زیادہ سراہا گیا، اگرچہ میری سنجیدہ غزلوں کی ستائش میں بھی اہل نقد و نظر نے بخل سے کام نہیں لیا۔

اسی اثناء میں دو باتیں ہوئیں۔ ایک تو دیوانچہ کا پہلا ایڈیشن بازار سے عنقا ہو گیا، دوسرے کچھ اور مزاجیہ کلام بھی وارد ہوا جو صفت اول کے جرائد میں چھپا اور پسند کیا گیا۔ میرے دوستوں اور کرم فرماؤں کی رائے ہوئی کہ دیوانچہ کا دوسرا ایڈیشن چھپوانے کی بجائے، مزاجیہ اور طنزیہ کلام کو یکجا کر کے ایک نیا مجموعہ شائع کیا جائے۔ چنانچہ اس دور پر آشوب میں اچھے اور صاف سترے مزاح کی جو کمی ہے، میری یہ کتاب "شوخ بیانی"، اس کمی کو کسی حد تک پوری کرنے کی ایک کوشش ہے۔

شوخ
بیانی

مانا کہ ہم زمین کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خارکم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم
(ساحر لدھیانوی)

میں اپنے بزرگ محترم جناب محسن بھوپالی صاحب کا مشکور
ہوں جنہوں نے نہ صرف ناچیز اور ”دیوانچہ“ کو اہل ذوق لوگوں میں
متعارف کرنے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ شوخ بیانی کے سلسلے میں بھی
قدم قدم میری رہنمائی کی۔ میں اپنے محترم دوست جناب کلیم چغتائی
صاحب کا بھی بے حد منون ہوں جو ہمیشہ اپنے پر خلوص مشوروں سے
نوازتے رہے اور اپنی مصروفیات میں غوطہ زن رہنے کے باوجود اس
کتاب کی ترتیب و تدوین میں معاون رہے۔ یہاں میں ڈاکٹر ایں
ایم معین قریشی صاحب، محترم امداد نظامی صاحب، ڈاکٹر عاصی کرنا لی
صاحب، جناب محسن احسان صاحب، محترمہ بشری رحمن صاحبہ،
جناب نجم فضلی، پروفیسر نجم الہدی، محترمہ ٹیئر جہاں صاحبہ، محترمہ
عذر انقوی صاحبہ، ڈاکٹر پرویز احمد صاحب، جناب مطبع الرحمن عارف
'، جناب انور علوی صاحب وغیرہ کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں،
جن سے ذاتی تعارف ”دیوانچہ“ چھپنے کے بعد ہوا لیکن ان کی شفقت،
محبت اور حوصلہ افزائی دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یا رب ایسے بھی لوگ
ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں عالمی اردو مرکز جدہ کے جناب منور ہاشمی،
جناب نسیم سحر، جناب اطہر نفسی عبادی صاحب، جناب حامد اسلام خاں
صاحب، جناب شاہد نعیم صاحب اور ان کے رفقاء کا شکریہ بھی ادا کرنا
ہے جنہوں نے سعودی عرب میں ”دیوانچہ“ کی پذیرائی کے لیے ایک

شاندار اور یادگار تقریب کا اہتمام کیا۔

اس کتاب کی ترتیب میں ہمارے کارٹونسٹ جانب علیم احمد کی
کاوشیں بھی برابر کی ہیں۔ میرے مافی الصمیر کو اپنے خاکوں کی مدد سے
مزید اجاگر کرنے کے سلسلے میں ان کی محنت قبل تعریف ہے۔

شوکت جمال

پوسٹ بکس نمبر 80، ریاض 11411،

سعودی عرب

شوخ
بیانی

غزلیں

شیخ
بیانی



کھول آنکھ ، گھڑی دیکھ ، بجا کیا ہے ذرا دیکھ
ڈھلتے ہوئے سورج کو مرے ماہِ اقا دیکھ

لازم نہیں در پر سگ لیلی ہی ملے ، چل
ہمت سے ذرا کام لے گھنٹی تو بجا دیکھ!

خوببو سی جو آتی ہے پڑوسن کے کچن سے
برتن یہ اٹھا ، جا کے وہاں کیا ہے پکا ، دیکھ!

بالوں میں سجائے کو ، لیے پھول کھڑا ہوں
سینے میں رقبوں کے ہے کانٹا تو چجھا دیکھ

محفل سے مجھے جیسے اٹھاتا ہے ہمیشہ
ایسے ہی کسی روز رقبوں کو اٹھا دیکھ

شوخ
بیانی

دیکھا جو نظر بھر کے ، گرا تیری نظر سے
انصاف یہ کیسا ہے ، خطا دیکھ ، سزا دیکھ

کرتا کے نکل جا کہ اسی میں ہے بھلانی
جب بھی کوئی اپنا کسی تھانے میں کھڑا دیکھ!



جانے کہاں کہاں سے یہ آتے ہیں لال بیگ
دن رات مرد و زن کو ستاتے ہیں لال بیگ

جن کو ڈرا سکے نہ کبھی زندگی میں ہم
ان کو کچن میں آ کے ڈراتے ہیں لال بیگ!

زنبور جن میں رہتے تھے سکھ چین سے کبھی
ان روزنوں میں ڈنکے بجاتے ہیں لال بیگ

خنجر نہیں ہے جن کو میسر وہ آج کل
سنتے ہیں آستین میں چھپاتے ہیں لال بیگ

کرتے ہیں عشق کو بھی یہ عاجز ، شب فراق
اور نیند حسن کی بھی اڑاتے ہیں لال بیگ

احمد فراز! سوکھے ہوئے پھول اب کہاں
دھومیں کتاب میں بھی مجاہتے ہیں لال بیگ

لازم ہے یہ کہ دل میں رہے کوئی آپ کے
خالی گھروں کو ورنہ بساتے ہیں لال بیگ!

کیڑے ہیں یہ ذرا سے کہ سرمال کے عزیز
جاتے نہیں وہ گھر سے ، نہ جاتے ہیں لال بیگ!



خط مجھے لکھنے کی فرصت ہے میسر ان دنوں
اس لیے مصروف ہے میرا کبوتر ان دنوں

یہ کرشمہ ہے مری چلہ کشی کا عشق میں
میری شاگردی میں ہیں پیر و قلندر ان دنوں

پاؤں میرے گڑ گئے تیری گلی کی خاک میں
آسمان پر ہے مگر میرا مقدر ان دنوں

اب تو سب پاپوش نسوان بن رہے ہیں کاغذی
اس لیے پیر و جواد سب ہیں دلاور ان دنوں!

مجھ سے محفل میں مخاطب، ہونہ ہو وہ مہ جبیں
بیٹھتا تو ہے مگر میرے برابر ان دنوں

شوخ
بیانی



محبت کے سودے میں گھاٹا پڑا ہے
کریڈٹ پہ دل ان کو دینا پڑا ہے

حصہ گر گئے ہیں خلوص و وفا کے
دباو جو افراطِ زر کا پڑا ہے!

تہ و بالا اس دن سے ہے طاقِ نسیاں
تری یاد کا جب سے چھاپا پڑا ہے!

دہن گھر میں آئے تو یہ آمدن ہے
اس 'انکم' پہ بھی لیکس دینا پڑا ہے!

کہیں سلسلہ یہ رکے تو عیاں ہو
کہ گھی کسی کی کھجڑی میں کتنا پڑا ہے

ہوا ”ڈاکو مینڈ“ نظامِ معیشت
کہا ڈاکوؤں کا جو سننا پڑا ہے!

سیاست کا ایواں ہے یا مے کدھ ہے
نظر جس پے ڈالو، وہ اوندھا پڑا ہے



بیگم کا خوف ہو مجھے کیونکر لگا ہوا
میں بھی تو اپنے گھر میں ہوں شوہر لگا ہوا!

گھر میں ہو ایک اور ، یہ امکان تو نہیں
کوشش میں ہوں مگر میں برابر لگا ہوا!

مجھ سے خفا خفا سے رہے وہ جو رات بھر
میں بھی پڑا رہا سر بستر لگا ہوا!

لاتا اسی دکاں سے ہوں جا کر دوائے دل
وہ دل شکن جہاں ہے منجھر لگا ہوا

کیوں کھینچتے ہو ٹانگ مری بات بات پر
آتا نہیں نظر؟ ہے پلستر لگا ہوا!

قسمت کا کھیل ہے کہ ہوئے آپ ہمسفر
پریوں کا ورنہ پیچھے تھا لشکر لگا ہوا!

دانشورانِ شہر میں میرا بھی نام ہے
غمبل میں جیسے ٹاط کا اسٹر لگا ہوا

شوخ
بیانی



دن خیر سے گزرا تو لگا رات کا کھٹکا
ہے شہر میں ہر لمحہ خرابات کا کھٹکا

دو ہاتھ تو ملتے ہیں مگر دل نہیں ملتے
مسلک کا کبھی ہے ، تو کبھی ذات کا کھٹکا

تنخواہ اگر پوری ہو بیگم کے حوالے
رہتا نہیں پھر گھر میں فسادات کا کھٹکا

جاتا نہیں اب سیر گلستان کو بھی کوئی
ہر پھول کا کھٹکا وہاں ، ہر پات کا کھٹکا

بل دینے کو بھلی کا جو بھیجا ہے عدو کو
پھر ہم سے ملاقات میں کس بات کا کھٹکا

جاتا تو ہوں تھانے میں ضمانت کو کسی کی
دل میں ہے مگر میرے حوالات کا کھٹکا

ڈرتے نہیں جو ٹیکس کلکٹر سے ہے ان کو
بھتے کے کلکٹر سے ملاقات کا کھٹکا

شوخ
بیانی



اس قدر اب آنا جانا اُس کے در پر ہو گیا
یوں سمجھ لو پاؤں میں میرے سنچر ہو گیا

کل جسے مل کر تمہارا جی مکدر ہو گیا
وہ رقیب رو سیہ اب ہم سے بہتر ہو گیا؟

”جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے“
پھول سا گدّا جو تھا ، پُرخار بستر ہو گیا

اشک شوئی کی نہیں ہے فکر تم کو اور یہاں
روتے روتے آنسوؤں کا اک سمندر ہو گیا

میں تو بس دیتا رہا اُن کے سوالوں کے جواب
دن جو بھر وصل تھا ، وہ روزِ محشر ہو گیا



زخمِ دل کا مرہم اکسیر کوئی لے اُڑا
چوکھٹا رہنے دیا ، تصویر کوئی لے اُڑا

قیس و رانجھا تو بچارے ہاتھ ملتے رہ گئے
ہو گئی بیلی کسی کی ، ہیر کوئی لے اُڑا

ہائے وہ اُس کا تصور ، ہائے پروازِ خیال
خواب ہم دیکھا کیے ، تعبیر کوئی لے اُڑا

اس سے پہلے کہ اُٹھاتا اپنے رُخ سے وہ نقاب
شربتِ دیدار کی تاثیر کوئی لے اُڑا!

جھانکتا ہی رہ گیا لیدر بغل ، جلسے میں کل
ماںگ کر لایا جو تھا تقریر ، کوئی لے اُڑا!

گھر بلا یا تھا انہیں کھانے پے ، ساتھ آئے رقیب
لے اڑا چچہ کوئی ، کفگیر کوئی لے اڑا

باندھتے ہی رہ گئے ہم اُس کی تعریفوں کے پُل
شعر ہم کہتے رہے ، تفسیر کوئی لے اڑا



در پر نہیں ہوں میں ترے دام پڑا ہوا
پھر کیوں مجھے اٹھانے پہ ہے تو آڑا ہوا

کردار آپ کا میں کروں کس طرح بیاں
دیوار کا ہو جیسے پلستر جھڑا ہوا

اپنے ظروفِ آب ملیں اب کتاب میں
لوٹا ہوا ، صراحی ہوئی یا گھڑا ہوا

نادانیاں مری مجھے گنو رہے تھے وہ
میں شرم سے زمیں میں تھا آدھا گڑا ہوا

بچپن کی دل گلی کا یہ انجام دیکھیے
پیری نے آ لیا انہیں ، جب میں بڑا ہوا!



تمہاری بے وفائی کا میں غم کھاتا تو مر جاتا
اگر چاہت میں مرنے کی قسم کھاتا تو مر جاتا

لگا رکھا ہے پہلو سے عدو کو آپ نے ورنہ^۱
زمانے کے اگر وہ زیر و بم کھاتا تو مر جاتا

یہ میرا ہی جگر تھا سہہ لیا تیر نظر میں نے
یہی شہزادہ ملکِ عجم کھاتا تو مر جاتا

اُسی کی دلبری سے قیس کچھ دن جی لیا ورنہ
وہ لیلی کے اگر تیر ستم کھاتا تو مر جاتا

صحت کا راز مجھ سے پوچھتا ہے کس لیے ہدم
جو تو میری طرح رنج و الم کھاتا تو مر جاتا



تمہارے دل میں کس نے خوف میرا اس قدر ڈالا
لگایا تم نے اک تالا ادھر اور اک ادھر ڈالا

مجھے اٹھوا کے محفل سے کہا میرے سنتگر نے
جو کرنا ہے کرو ، ہم کو جو کرنا تھا وہ کر ڈالا

میں ان سے پوچھتا تھا راستہ تیرے ٹھکانے کا
رقیبوں نے مگر مجھ کو نہ جانے کس ڈگر ڈالا

نمٹنا پڑ گیا مجھ کو تمہارے رشتہ داروں سے
یہ کس ججال میں تم نے مجھے جانِ جگر ڈالا

نہ پلٹیں وہ کئی دن تک جو میکے سے تو پھر ہم نے
کھلاؤایا کچھ اوروں سے ، کچھ اپنا بھی اثر ڈالا!

شوخ
بیانی



دیکھا نہ کیجیے مجھے عطار کی طرح
گلتا ہوں کیا میں آپ کو بیمار کی طرح؟

آپس میں دل بدلنے کو اُن سے کہا تو ہے
انکار کر رہے ہیں وہ اقرار کی طرح

آیا تھا میکدے میں بڑی شان سے عدو
پہلے ہی دور میں ہوا لاچار کی طرح

الفت بھری نگاہ میں ڈالوں تو وہ مجھے
گلتا ہے دیکھنے کسی خونخوار کی طرح

خوش بخت یوں تو رہتا ہوں دن رات میں مگر
بیٹھا ہوں بزمِ یار میں ادبار کی طرح



آ کر مری آنکھوں کو ذرا دیکھ ستمگر
ہیں تیری محبت میں ابھی خشک ، ابھی تر!

قادص بھی ہے پیغام رسانی سے گریزان
آنکھوں کو ہے طوٹے کی طرح پھیرے کبوتر

بدلے میں وفا کے مجھے کیا دو گے ، بتا دو
یہ فیصلہ ہو جائے ابھی اور یہیں پر

پوچھا کہ عدو یعنے کو آتا ہے بھلا کیا
منہ پھیر کے غصے سے وہ کہتے ہیں "تر ا سر!"

میخانوں میں اعمال کی ہو کیوں نہ درستی
ناصح کو ملے قوتِ گویائی وہیں پر!

شوخ
بیانی

پہلی دفعہ جس کنج میں وہ ہم سے ملے تھے
ملتے ہیں وہیں اب وہ رقیبوں سے برابر

ہم ان کی گلی جان لٹانے کو جو پہنچے
بولے ”ہمیں بدنام نہ کر ، اور کہیں مر!“

تو کس لیے ٹالے ہے بھلا کل پر مرا کام
گرفتار ہی کرنا ہے تو کر آج ، ابھی کر!



کرتے ہیں اس طرح وہ مرے دل سے چھپڑ چھاڑ
قاتل کرے ہے جس طرح بُکل سے چھپڑ چھاڑ!

لہروں میں جن کو جان کے لالے پڑے رہے
ساحل پہ آ گئے ہیں تو ساحل سے چھپڑ چھاڑ!

وہ گل ، خزاں نصیب ، جہنم رسید ہو
گلشن میں جس نے کی ہے ترے تل سے چھپڑ چھاڑ

لیلی کی دید کے لیے باد سوم بھی
کرتی ہے بڑھ کے پردہ محمل سے چھپڑ چھاڑ

لگتا نہیں ہوں منہ ، میں رقبوں کے ، ان دونوں
یہ عمر ہو تو ہوتی ہے مشکل سے چھپڑ چھاڑ!

شوخ
بیانی

خود ہی مجھے وہ بھیج کے زندگی میں ، کہہ اٹھے
کس سلسلے میں ہے یہ سلاسل سے چھپیر چھاڑ؟!

فطرت میں چھپیر چھاڑ ہے شوکت کی اس قدر
مقتل میں ہے تو خجراں قاتل سے چھپیر چھاڑ



الجھے رہے جو آپ ہم ، شکوؤں ، گلوں کے جاں میں
گزرے گی شب یہ وصل کی ، ایسی ہی قیل و قال میں

کچھ تو سبب ہے جو مجھے ، آتی ہے چھینک رات دن
رہتے ہیں آپ ہر گھڑی ، شاید مرے خیال میں!

خبر بکف وہ ڈھونڈتے پھرتے تو ہیں مجھے مگر
تیر نظر سے جاں بہ لب ، داخل ہوں اسپتال میں!

میکے گئیں جو اہلیہ ، تو ہم پہ راز یہ کھلا
جتنا ہے لطف ہجر میں ، اُتنا کہاں وصال میں!

ہیں بس عدو پہ کس لیے ، یہ آپ کی عنایتیں
کوئی کمی ہے اس طرف ، شوکت میں یا جمال میں؟!

شوخ
بیانی



رہتے ہیں آج کل وہ ہمارے پڑوس میں
سو آگئے رقب بھی سارے پڑوس میں!

ان کے سبب ہیں ، چاند ستارے پڑوس میں
پہلے نہ تھے یہ خوب نظارے پڑوس میں

اُڑتی تھی خاک جن کے سروں پر یہاں سدا
پھرتے ہیں اب وہ بال سنوارے ، پڑوس میں

آواز دے کے ہم کو وہ گھر میں بلائے ہے
خود ہی مدد کو پھر وہ پکارے پڑوس میں!

اُس کو خبر ابھی یہ ملی بھی ہے یا نہیں
رہتے ہیں شخ بھی بچارے پڑوس میں!

کہنے کو پارسا بھی ہیں ، ناصح بھی ہیں یہاں
سب ہیں نگاہِ ناز کے مارے پڑوس میں

فرصت کہاں اُسے کہ وہ دیکھے یہ بام سے
کتنے ہیں دستِ شوق پسارے پڑوس میں



نظروں سے گر پڑا ہوں
در پر مگر کھڑا ہوں

کر کے انہیں میں رسوا
خود شرم سے گڑا ہوں

وہ عمر میں بڑی ہیں
رشتے میں ، میں بڑا ہوں!

موچ چناب ہیں وہ
مٹی کا میں گھڑا ہوں

جب سے گئیں وہ میکے
”شادی شدہ چھڑا“ ہوں



کمر باندھے ہوئے جانے کو کوئے یار بیٹھا ہوں
رقیب آگے گیا ہے اور میں تیار بیٹھا ہوں

"نه چھپیر اے نکھتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی"
ابھی بیگم سے کر کے جو تم و پیزار بیٹھا ہوں

ملاوٹ کا اثر ہے یہ کہ دلبر تیری آنکھوں سے
مسلسل پی رہا ہوں اور میں ہشیار بیٹھا ہوں!

میں سرکاری ملازم ہوں ، یہی ہے نوکری میری
کہ دفتر آ گیا ہوں میں ، مگر بیکار بیٹھا ہوں

کتاب سخن لینے کو وہ نکلے ہیں ، اسی خاطر
لگا کر دل جگر اپنا ، سر بازار بیٹھا ہوں



مصور کی ذرا بھی کام تدبیریں نہیں آئیں
جو ان کے ساتھ کھنچوائیں ، وہ تصویریں نہیں آئیں

کھلکھلتی ہے ہماری آنکھ کی لغوش تمہیں لیکن
نظر اپنی ہی آنکھوں کی ، وہ تقصیریں نہیں آئیں

کبھی جو پڑھ کے ہم عشق و وفا کی داستان سوئے
تو آئے خواب میں راجھے مگر ہیریں نہیں آئیں!

زیاں یہ بھی ہوا جب سے جوانی ہم سے روٹھی ہے
کہ گھر سے بھی حنا آلود تحریریں نہیں آئیں!

بچھاتے فرشِ مخمل ہم حسین پیروں تلے لیکن
وراثت میں ہمارے نام جا گیریں نہیں آئیں



درد دل اس کو دیا سینے میں جس کے دل نہیں
تم ادھر تو دیکھتے ، کیا میں کسی قابل نہیں؟

ہو رقبوں پر تم اتنے مہرباں کہ بزم میں
میں بھی ہوں موجود لیکن بزم میں شامل نہیں

چ دریا میں مجھے خشکی سی جو آئی نظر
دیکھیے قسمت کہ وہ گھڑیاں تھا ساحل نہیں!

مار ڈالا ہے مجھے اس نے اداوے سے مگر
دل یہی کہتا ہے وہ نادان ہے قاتل نہیں!

اپنے در سے اس نے یہ کہہ کر مجھے اٹھوا دیا
تو یہاں مت ڈال لگنگر ، یہ تری منزل نہیں



عدو اس بزم میں جائیں تو جا کر جم ہی جاتے ہیں
ادھر ہم ہیں ، تکلف میں وہاں کم کم ہی جاتے ہیں

خوشی سے دل اچھلتا ہے مگر ہم ان سے ملنے کو
لیے مسکین سی صورت بچشم نم ہی جاتے ہیں

یہ ان کی سرد مہری کا نتیجہ ہے کہ گرمی میں
مری ، نتھیا گلی ہم چھوڑ کر جہلم ہی جاتے ہیں

اٹھیں نہ انگلیاں ان پر ہمارے آنے جانے سے
اسی خاطر وہاں ہم بن کے اب اعم ہی جاتے ہیں!

وہ اتنی دیر کر دیتے ہیں سجنے اور سنورنے میں
کہ شادی کے بلاوے میں پس ماتم ہی جاتے ہیں!

ہوئے اسکول کے بچوں کو ازبر نت نے نجعے
وہاں جیسے یہ بچے سیکھنے سرگم ہی جاتے ہیں

شب فرقت کو شاعر کیوں نہ دے تشبیہ زلفوں سے
نہ جاتی ہے یہ طولانی، نہ پیچ و خم ہی جاتے ہیں

شوخ
بیانی



ہے زلف سیہ فام کے بارے میں شنیدہ
پانی بھی نہ مانگے ہے کبھی مار گزیدہ

تم آئے ہو تجدید مراسم کے لیے جب
ہے ہاتھ میں رعشہ مرے اور پشت خمیدہ

غیروں کو کھلاتے ہو سدا مرغ مسلم
آگے مرے رکھتے ہو مگر خشک ملیدہ!

کوچ میں تمہارے جو ہوا حال ہمارا
تاریخِ محبت میں نہ دیدہ ، نہ شنیدہ

کھولی ہے محلے میں دکاں اس نے سچلوں کی
لایا ہوں وہیں سے میں یہ انگور کشیدہ!



بیوی ، میاں کو جب سے دکھانے لگی ہے آنکھ
تفريق مرد و زن میں ، مٹانے لگی ہے آنکھ

ٹیلی وژن نے عقل کو بخشی ہے روشنی
یہ بھی ہوا کہ اس سے ٹھکانے لگی ہے آنکھ!

آنکھوں میں اُس کی جا کے سماوں میں کس طرح
میری رگوں میں جس کی سماںے لگی ہے آنکھ

منہ سے تو کہہ رہے ہیں کہ بیٹھے رہو ، مگر
محفل سے مجھ کو ان کی ، اٹھانے لگی ہے آنکھ!

نzdیک آ رہے ہیں زمانے وصال کے
مشکل یہ آ پڑی ہے کہ آنے لگی ہے آنکھ!

شوخ
بیانی



دروازے پہ میرے جو لگی یار کی تختی
جلتی ہے اسے دیکھ کے انگیار کی تختی

جن عشق کا بچپن ہی میں جاتا ترے سر سے
پڑتی جو اے مجنوں تجھے دو چار کی تختی

رنگینی دل دیکھیے ، دل جس کو دیا وہ
بولا کہ ”میاں دل ہے یا فنا کار کی تختی؟“

پوچھے وہ مرا حال تو سرہانے سے یارو
دے دینا اٹھا کر اسے یمار کی تختی

افسر وہ بنے ہارئی گلگھر کے ہیں جب سے
اس دن سے لگی بنگلے پہ اشجار کی تختی

مارے مجھے سیلوٹ ٹریفک کا سپاہی
دیکھے جو مری کار پہ سرکار کی تختنی

ماتھے کو مرے دیکھ لے جی بھر کے وہ شوکت
دیکھی نہ ہو جس نے کبھی ہشیار کی تختنی!

شوخ
بیانی



رقیبوں کو ذرا رنج و الم سہنے نہیں دیتے
حضورِ حسن کیوں ہم کو پڑا رہنے نہیں دیتے

بٹھا کر سامنے ، سنتے ہو قصے قیس و راجحہ کے
مگر جو میرے دل میں ہے ، مجھے کہنے نہیں دیتے

جسے دیکھو لیے آتا ہے پھولوں کا ہی گلدستہ
اکھڑواں برس لگنے پ کیا ، گہنے نہیں دیتے؟!

بلاتے ہو ہمیں ملنے کنارے تم سمندر کے
مگر جذبات میں ہم کو کبھی بہنے نہیں دیتے

سنا ہے ، خوف سے راتوں کو اٹھ کر بیٹھ جاتے ہو
اکیلے ہو ، تو ہم کو ساتھ کیوں رہنے نہیں دیتے؟!



مدت ہوئی مجھے ترے در پر کھڑے کھڑے
کب ہو کہ میری سمت بھی تیری نظر پڑے

میکے سے جا کے ان کو میں لاوں کہ چھوڑ دوں
میرے دل و دماغ ، اسی بات پر لڑے!

دینے تمہیں گیا تھا جو باغ وفا کے پھول
اس باغبان کو تم نے نکالا کھڑے کھڑے

نسبت کچھ اس قدر ہمیں گل اور شجر سے ہے
اب کے خزاں میں دانت ہمارے بھی دو جھڑے!

گل میکدے میں "سیل" کا منظر عجیب تھا
زاد بھی تھے سروں پر اٹھائے ہوئے گھڑے



ہمیشہ نج کے رہتے ہیں ہم افسر کی اگاڑی سے
مناسب فاصلہ رکھتے ہیں گھوڑے کی پچھاڑی سے

وفاداری کے سارے گر انہیں آتے تو ہیں لیکن
ہمارے مسئلے پر ہی ، وہ بنتے ہیں انڑی سے

ہمارا دل جگر اس نے یہ کہہ کر ہم کو لوٹایا
اٹھا لائے ہو یہ سب تم کہاں سے ، کس کباڑی سے؟

گوارا ہو نہ دل میرے مقابل ہارنا جس کو
کوئی کھیلے تو کیا کھیلے بھلا ایسے کھلاڑی سے

غزل سن کر مری بولے ، عجب ہے قافیہ اس کا
خدا محفوظ رکھے شاعری کو اس انڑی سے



یہ کیسا عشق ہے، عاشق پڑا دن رات سوتا ہے
نہ آہ سرد بھرتا ہے، نہ گاتا ہے، نہ روتا ہے

کہاوت ہے یہ اردو اور پنجابی زبانوں میں
جو جاگے ہے سو پاوے ہے، جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے!

اٹھاتا ہے زمانہ انگلیاں بس اس لیے مجھ پر
مری چائے میں وہ شیریں بدن انگلی ڈبوتا ہے!

عجب انداز سے مجھ کو اٹھاتا ہے وہ محفل سے
زباں سے کچھ نہیں کہتا ہے، بس کہنی چھوتوتا ہے!

ڈبیا ہے سمندر میں مجھے یہ کہہ کے یاروں نے
وہی نایاب گوہر ہے جو گہرائی میں ہوتا ہے!

شوخ
بیانی



یہ کیا بیٹھے بٹھائے آپ کو خفغان ہوتا ہے
بھلا اپنوں سے بھی ایسے کوئی انجان ہوتا ہے؟

عدو کے ساتھ یہ قربت ، کبھی سوچا بھی ہے تم نے
کہ اوروں کے دلوں میں بھی یہی ارمان ہوتا ہے!

ہمارے گھر کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے ، جب کوئی
یہاں سرال سے آیا ہوا مہمان ہوتا ہے

نے پہلو نکلتے ہیں ، نئی اک فلم بنتی ہے
کوئی زردار ، ہیرون پہ جب قربان ہوتا ہے

نہ جاتا ہاتھ سے یہ دل ، مگر تم نے سنا ہوگا
مرّوت میں ، تکلف میں ، سدا نقصان ہوتا ہے



نقاب چہرے سے ہٹ رہا ہے
دھیان شاعر کا بٹ رہا ہے

تمہاری عمر رواں کے صدقے
ہجوم اغیار چھٹ رہا ہے

رقیب پھیلا رہا ہے پاؤں
ہمارا بستر سمٹ رہا ہے!

جلہ کے دل بھی سکوں نہیں ہے
الٹ رہا ہے ، پلٹ رہا ہے!

تمہاری فرقت میں عید کا دن
گویا کہ روزہ ہے ، کٹ رہا ہے!

شوخ
بیانی



کس مصیبت میں ہے میری جان انکی دیکھیے
بے وفا کی ، دل سے ہے تصویر سنگی ، دیکھیے!

عقد ثانی کرنے نہ لوں ، جو رہ گئیں میکے میں آپ
بھر نہ جائے صبر کی میرے یہ مٹکی ، دیکھیے

موتیوں کو لوٹنے لپکا ہر اک پیر و جواں
زلف اس نے جب نہا کے آج جھٹکی ، دیکھیے

ہم نے جو انگلشتری بھیجی تھی اس دلدار کو
اس نے خود آکر ہمارے منہ پہ پٹکی ، دیکھیے

مار کر مجھ کو وہ سمجھا ، ہو گیا قصہ تمام
روح میری پھر اسی کے گھر میں بھٹکی ، دیکھیے



کچھ بات میری ان سے چلائی گئی تو ہے
فوٹو کسی بہانے دکھائی گئی تو ہے

ٹیڑھی سہی ، ہے کشف و کرامات کی امید
کچھ پڑھ کے ان کو کھیر کھلانی گئی تو ہے

فتنہ گری بھری ہے عدو کے مزاج میں
سو ٹانگ اس دفعہ بھی اڑائی گئی تو ہے

آئیں نہ آئیں آپ ، مگر انتظار کی
شب دیگ میرے گھر میں چڑھائی گئی تو ہے

تشنه لبی کے ذکر پہ بولے کہ چپ رہو
تم کو ابھی نظر سے پلائی گئی تو ہے!

شوخ
بیانی



جا کر وہ دشمنوں سے مرے مل ملا گئے
صدے سے دل ، دماغ ، جگر بلبلا گئے

شادی سے اب فرار کی صورت کھاں رہی
جوڑے سنا ہے ان کے بھی سب ”سل سلا“ گئے

رخسار و زلف و لب کی وہ سنتے رہے صفات
تل کا ہوا جو ذکر تو وہ تملما گئے

میرا بھی اس بہار میں کچھ کبجیے حضور
اوروں کے دل کے پھول تو سب ”کھل کھلا“ گئے

بیٹھے رہے وہ غیر کی محفل میں رات بھر
ہم انتظار ہی میں پڑے پلپلا گئے!



نہ یہ بتا کے لیے ہے نہ ریشماءں کے لیے
مری غزل ہے فقط میرے قدرداں کے لیے

چکا تو دیں ترا قرضہ ، جو ہم رہے نہ یہاں
رہے گا کیا یہ بتا یادِ رفتگاں کے لیے!

بیاہ شادی کے کالم پر شیخ کی ہے نظر
ہو انتظام تو کچھ وقت ناگہاں کے لیے!

خلال کرنے کو ، اس کو جب اور کچھ نہ ملا
تو چار تنکے جو پائے تھے آشیاں کے ، لیے!

مکاں کرائے پر دے کر جو لوگ خوش تھے بہت
عدالتوں میں ہیں وہ لوگ اب مکاں کے لیے



میں رہنے آگیا سرال میں ، میرا ارادہ ہے
یہ دیکھوں میں کہ میری قدر کس گھر میں زیادہ ہے

کہا بیگم نے چائے بدمزہ تم نے بنائی ہے
بچا ان سے میں یہ کہہ کر کہ پتی میں برادہ ہے

تمہیں معصوم لگتا ہے بہت میرا عدو لیکن
جو سچ پوچھو تو بھولا ہے ، نہ سیدھا ہے ، نہ سادہ ہے

مجھے ملنے جب آتے ہو ، کسی کو ساتھ لاتے ہو
محبت میں یہ ہشیاری ضرورت سے زیادہ ہے

مرے دیوالیہ پن کو نہ اتنی اہمیت دینا
ہوا ہے ہاتھ میرا تنگ لیکن دل کشادہ ہے

بھلا کیسے چلیں ہمراہ دونوں دشتِ الفت میں
کہ یہاں اونٹ پر بیٹھی ہے اور مجنوں پیادہ ہے!

مہکتی زلف کا ، جھمکوں کا ، پیچھا کیجیے بے شک
مگر تحقیق لازم ہے کہ وہ نر ہے یا مادہ ہے!



رفتہ رفتہ سب مری چوکھٹ پہ درباں ہو گئے
پہلے ناں، پھر ہاں میں ہاں، پھر ہاں جی ہاں، ہو گئے!

آگے آگے جو رہا کرتے تھے ہر تحریک میں
حقہ اور ٹوپی لیے وہ میرے مہماں ہو گئے!

ڈنڈ بیٹھ پلتے تھے جو اکھاڑوں میں کبھی
پہلوانی چھوڑ کر وہ گل بداماں ہو گئے

گھومتے پھرتے تھے جو مانند لٹو ہر طرف
اب وہ پیندے کی طرح لوٹے پہ چسپاں ہو گئے

یہ تعاون کی وبا کیسی چلی ہے ہر طرف
دشمن جاں بھی ہماری جاں پہ قرباں ہو گئے



دس کے بجھنے میں دس منٹ باقی
اس قدر دیر؟ جام لا ساقی!

دن کو پھر آ ملے ہیں وہ ہم سے
رات بھر کی ہی تھی وہ ناچاقی

حرکتیں جو رقبہ کرتا ہے
ہم کریں جب تو غیر اخلاقی

ملنا جانا وہی رہا لیکن
بات پہلی سی اب نہیں باقی

دل کے جانے کا ذکر مت پوچھو
دن دھڑے ہوئی یہ قراقری

شوخ
بیانی

چاند بن کر جو گھر میں اترے تھے
بن گئے وہ بلاۓ آفاقت

عشق میں منہ کے بل گرے شوکت
سب دھری رہ گئی ہے مشاقي



آپ مت ہر اجنبی کو خواب میں دیکھا کریں
میں تو ہوں نا ، بس مجھی کو خواب میں دیکھا کریں

حکم قاضی سے جہاں پینا پلانا بند ہو
رند بزم مے کشی کو خواب میں دیکھا کریں

آپ کی آنکھوں کو دن میں دیکھ لیں جو پارسا
آپ کی ساتھی گری کو خواب میں دیکھا کریں

ٹے کیا آپس کی ہم نے رنجشوں کو دیکھ کر
التفاتِ باہمی کو خواب میں دیکھا کریں

شوخ
بیانی



محفل میں سوگوار، غموم سے نہ چور بیٹھ
بیٹھا ہے گر عدو تو ذرا ہو کے دور بیٹھ

تیرے سوا ہیں چاہنے والے اسے کئی
غصے سے ایک ایک کی جانب نہ گھور، بیٹھ

کرسی کی تین ٹانگیں ہیں ٹوٹی ہوئی تو ہوں
کرسی نہ چھوڑ، کچھ بھی ہو اس پر ضرور بیٹھ

آیا ہے میکدے میں تو ہوش و حواس رکھ
آداب کی حدود کو نہ کر ٹو عبور، بیٹھ

شوکت تجھے کن انکھیوں سے دیکھے ہے وہ اگر
اتی سی بات پر نہ کر اتنا غرور، بیٹھ



جھکیں شرم سے کیوں نہ ساری یہ موچھیں
 مقابل اگر ہوں تمہاری یہ موچھیں

ہمیں دیکھنے آئیں تھیں بیباں کل
گلی ہیں انہیں اشتہاری یہ موچھیں!

اٹھا لے گیا ہے عدو ان کی ڈولی
لیے رہ گئے ہم بچاری یہ موچھیں

نہ تھی یہ ملاقات کی شرط لیکن
محبت میں ہم نے ہی واری یہ موچھیں

عجب خواب دیکھا ہے کل رات ہم نے
ترا ہاتھ ہے اور ہماری یہ موچھیں!



ان کے گھر جب میرے گھر والے گئے پچھلے دنوں
ہائے دروازے سے ہی ٹالے گئے پچھلے دنوں

گھر میں میری ساس کے دو بھائی ہیں ٹھہرے ہوئے
رہ کے اک عرصہ مرے سالے گئے پچھلے دنوں

دیکھ کر تجھ کو عدو کے ساتھ ، میری آنکھ میں
خون اترا ، آنکھ کے جالے گئے پچھلے دنوں

منتظر ہوں اس طرف سے آئے گا کوئی جواب
بام تک اس کے مرے نالے گئے پچھلے دنوں

سوچ میں وہ ہیں ابھی تک ہاں کہیں یا ناں کہیں
ووٹ گرچہ ملک میں ڈالے گئے پچھلے دنوں

اگ رہا ہے اب تو سبزہ یار کے رخسار پر
گال جو تھے روئی کے گالے، گئے پچھلے دنوں

یاد ہے پچھلے دنوں کی ، باعث شرمندگی
شوق بھی کیا کیا تھے جو پالے گئے پچھلے دنوں



فولو رکھی تھی ہم نے جو بستر کے نقچ میں
زیر بحث ہے آج وہ گھر بھر کے نقچ میں

دل شخچ جی کا دیکھ لو اب تک ہے نوجوان
ہے عمر گرچہ سانحہ یا ستر کے نقچ میں

بھریں جا کے ملتے ہیں اب وہ رقیب سے
رسٹہ جو بن گیا ہے سمندر کے نقچ میں

مل مل کے تجوہ سے عید ، پلٹ آئے سب مگر
ہم ہیں کہ پھنس گئے ہیں ترے در کے نقچ میں!

”پھرتی ہیں ساس خوار کوئی پوچھتا نہیں“
کہتے تھے مت پڑو زن و شوہر کے نقچ میں



وہ جھروکے میں بے نقاب آئے
وسو سے دل میں بے حساب آئے

آستین میں جو لے گئے خبر
امتحان میں وہ کامیاب آئے

ان پر پڑتی ہے بس نظر تیری
جو لگا کر یہاں خضاب آئے

خواب دیکھوں تو نیند اُڑتی ہے
نیند آئے اگر تو خواب آئے!

اپنی حالت پر جب ہنسی آئی
اشک آنکھوں میں بے حساب آئے

شوخ
بیانی

ہجر کی ہڈیاں بھی ساتھ آئیں
وصل کے گر کبھی کباب آئے

”آج صاحب ذرا ہیں میٹنگ میں“
بس ٹکا سا یہی جواب آئے

اس نے مردے گڑے اکھاڑے تھے
وصل کی شب گئے تو داب آئے



ناصح! کبھی ٹی وی میں جو خاتون کرے رقص
تو کس لیے آنکھوں میں تری، خون کرے رقص

پھوٹا ہے گھڑا "پاپ" کا جب سے تو یہ دیکھا
شلوار ہے ٹھمکے کبھی پتلون کرے رقص

عطار مجھے دھوکے سے کیا رات چٹایا
میرے رگ و پے میں ترا مجون کرے رقص

وہ ماہ دسمبر میں جو آ بیٹھے برابر
آنکھوں میں مئی اور کبھی جون کرے رقص

اے مددی مانا کہ نچائے تجھے قانون
خود بھی تو اشاروں پہ ہے قانون کرے رقص

قطعات

شیخ
بیانی

داشته آید بکار

ہیں اگر وہ آج کل اکھڑے ہوئے تو کیا ہوا
ان کی فرقت میں ہمارا دل نہیں ہے بے قرار
احتیاطاً دوستی اوروں سے ہے رکھی ہوئی
کہنے والے کہہ گئے ہیں "داشته آید بکار!"

چاک گر بیان

راہوں میں الجھتے ہیں کئی ہم سے شب و روز
اس دل میں مگر جھانکنے والا نہیں ملتا
ملتے ہیں ہزاروں ہی بُٹن توڑنے والے
پر کوئی بُٹن ٹانکنے والا نہیں ملتا!

شوخ
بیانی

واسطہ

بتاوں کس طریقے سے وہ کل آلام سے چھوٹا
پڑی مشکل تو اس مشکل سے کس کے نام سے چھوٹا
خدا کے نام پر دل مہ جیں کا مانگتا تھا میں
خدا کا واسطہ دے کر وہ میرے دام سے چھوٹا

تمننا

گلمہ اللہ سے بولھے نجیف و ناتواں کا ہے
یہ مجبوری ، یہ لاچاری نہیں دیتا تو کیا ہوتا
پچاسی سال کم از کم جوان رکھتا تو بندے کو
جوانی میں ہی پھر اس کو اٹھا لیتا تو کیا ہوتا

بھائی

بھری محفل میں اک خاتون یہ کہنے لگیں ہم سے
مجھے لگتا ہے قسمت نے ہمیں پہلے ملایا تھا
کہا سن کر یہ بیگم نے، بجا کہتی ہو تم بی بی
ابھی پچھلے برس تم نے انہیں بھائی بنایا تھا

فرض شناسی

مری گاڑی ہوئی چوری تو میں دربان پر برسا
ترے ہی سامنے چوری ہوئی اور کچھ نہ کر پایا؟
تحما کر ہاتھ میں پرپھی وہ بولا ، لبجیے صاحب
تعاقب کر کے گاڑی کا میں نمبر نوٹ کر لایا!

شوخ
بیانی

بے سرے

دیکھ کر لی وی پہ اتنے بے سرے
 دل ہمارا رنج و غم سے پھٹ گیا
 یوں لگا حرص و ہوس کے دور میں
 قوم کا معیار فن بھی گھٹ گیا

پاپوش

سنا ہے بزم میں ان کی علاج عشق ہوتا ہے
 دوا بیتابی دل کی وہیں ملتی ہے محفل میں
 مگر میں جب بھی جاتا ہوں تو اتنی بھیر ہوتی ہے
 جگہ جو توں کی صاف میں بھی نہیں ملتی ہے محفل میں

تسلی

عید کا دن طے کیا تھا اس نے ملنے کے لیے
عید آئی تو شتابی سے میں پہنچا اس کے گھر
اس نے دروازے سے یہ کہہ کر مجھے لوٹا دیا
"عید اگلے سال بھی تو آئے گی پھر لوٹ کرا!"

تردد

عاجز ہیں حرکتوں سے ہم اپنے رقبہ کی
دل میں ہمارے ہے کہ اسے زندہ گاڑ دیں
ڈر ہسپتال والوں سے لگتا ہے یہ فقط
چنانی کے بعد ہم کونہ وہ چیر پھاڑ دیں!

شوخ
بیانی

دوبھائی

بہوٽ دن پر ملا ببوا جو رستے میں تو ہم پوچھا
بیاہ شادی کئے ہے رے ، تو لڑکن تے کوکے ٹھوپیں
کھس کی کا کریں بھیا بہوٽ پچ پچ کے چلتے ہیں
اسی چلتے تو ہم کو بس ابھی للوا کے جے ٹھوپیں

شاپنگ

بیگم کے ہیں ، جو میں نے اٹھائے ہیں یہ تھیلے
اپنا انہیں کہنے کو میں تیار نہیں ہوں
بل میں نے دکانوں پہ چکائے تو ہیں بے شک
”بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں!“

تاک جھانک

کہا یگم سے میں نے سن رسیدہ ہو کے ڈرتی ہو
رقیب رویہ گر جھانکتا ہے جھانک لینے دو
نہیں تھا چاند کا ٹکڑا بچارے کے نصیبوں میں
کم از چاند کی مٹی تو اس کو پھانک لینے دو!

اے ہم جلیس!

یاد ہے، شادی ولیے میں کبھی یہ میزبان
خوانِ نعمت پیش کرتے تھے ہر اک مهمان کو
اب ترستے ہیں اگر جائیں کسی تقریب میں
ایک پیالی چائے کو اور ایک کھلی پان کو

شوخ
بیانی

فیملی افسیر

شاعر کا ایک ہاتھ پلستر میں دیکھ کر
پوچھا کہ کیا ہوا جو یہ بازو اکھڑ گیا
کہنے لگے کہ ہیں مری بیگم بھی شاعرہ
آپس میں شب کو شعر کا مضمون لڑ گیا!

سرے کا ناتی

بگاڑس اپنی بولی کو علی گڑھ جا کے پھوکٹ میں
کہے ہے بھات کو خشکہ تو رومالی ، چپاتی کو
زیٹی چیپ دیں گے ہم ، کہس ہم سے اگر گٹ پٹ
ذرا آوے تو دو پٹنہ مرے سرے کے ناتی کو

**شوخ
بیانی**

غلط فہمی

یہی پوچھا تھا میں نے بس ، مجھے اتنا تو بتاؤ
تمہارے دل پر بھی ، میری محبت کا لگا گھاؤ؟
مجھے فوراً ہی محفل سے یہ کہہ کر اس نے اٹھوایا
”غلط فہمی ہوئی تم کو ، چلو نکلو ہوا کھاؤ!“

فائیواستار

ہوٹل سے کسی پانچ ستارے کے جو گزرا
بولا یہ مرا دل کہ ڈنر کھا کے ذرا دیکھ
نیت کو مری بھانپ کے کہنے لگا دربان
”دامن کو ذرا دیکھ ، ذرا بندِ قبا دیکھ“

شوخ
بیانی

خوش فہمی

مرے شوہر بڑے بھولے ، بہت ہی نیک خصلت ہیں
 نہ جانے اپنے ابا پر کہ دادا پر گئے ہیں وہ
 یہاں ہوتے اگر تو آپ ان سے مل کے خوش ہوتے
 ابھی کچھ دیر پہلے ”تیسرا“ کے گھر گئے ہیں وہ

قوم کا غم

انہیں مل جائے گر فرصت ذرا سی
 تو کر دیں دور چہروں سے ادا سی
 مگر فی الحال ہیں خود ہی پریشاں
 اٹھے ہیں دن چڑھے لیتے ابا سی

وصال

مرنا بھی ہے وصال تو قربت بھی ہے وصال
ایسی ہی یہ مثال ہے لفظوں کے جال کی
نقلِ مکاں کی دی تھی کل اخبار میں خبر
دیکھا تو چھپ گئی ہے خبر انتقال کی!

مشتری ہشیار باش

دل ہمارا اس قدر قابو سے باہر ہو گیا
ہم کو اس کی حرکتوں پر خود حیا آنے لگی
گل عذاروں کی گلی پہنچے جو اس کو بینے
”مشتری ہشیار ہو جا“ کی صدا آنے لگی

شوخ
بیانی

لوڈ شیدنگ

بلایا تو ہے اپنے گھر ، مگر یہ شرط ہے ان کی
وہاں بیٹھیں گے ہم دونوں ، جہاں کچھ روشنی ہوگی
بھلا ہو بھلی والوں کا ، چھپا ہے آج یہ نوٹس
وہ جس کوچے میں رہتے ہیں ، وہاں بھلی گئی ہو گی !

حضرتِ دید

لے لیا وعدہ بالآخر میں نے ان سے دید کا
ایک مشکل حل ہوئی ، حائل مگر دوجی ہوئی
کھا لیا سوچی کا حلوہ سرخوشی میں رات کو
سوکے میں اٹھا تو میری آنکھ تھی سوچی ہوئی !

**شوخ
بیانی**

بالوں کا معاملہ

تفریقِ مرد و زن پر لکھی اک کتاب میں
آتا ہے اک مقام پر بالوں کا ذکر بھی
عورت کو بس یہ غم کہ سفیدی عیاں نہ ہو
اور مرد کو ہے بال کے جھڑنے کی فکر بھی!

تحفہ

شکایت کی نئی شادی شدہ نے اپنے شوہر سے
کہ پہلے کی طرح تم اب مجھے تحفہ نہیں دیتے
کہا شوہرنے، تم کو یہ سمجھ میں کیوں نہیں آتا
جب آئے جال میں مجھلی تو پھر چارہ نہیں دیتے!

شوخ
بیانی

ماں سسٹر

ہوائی ہوٹس سے یہ کہا جب اک مسافر نے
سینی سسٹر! اگر زحمت نہ ہو پانی پلا دیجے
جواب آیا ابھی میں آپ کو ”پانی پلاتی“ ہوں
مگر سسٹر ہوں کس رشتے سے میں ، پہلے بتا دیجے!

شکستِ آرزو

ہر فرد اس کے گھر کا مرے ساتھ ساتھ تھا
جبات ہو رہے تھے میرے لوٹ پوٹ سے
لڑکی نے رائے دی تو وہ میرے خلاف تھی
ہارا ہوں انتخاب فقط ایک دوٹ سے!

جوڑ توڑ

لڑکے کے واسطے ہے دہن کی جنہیں تلاش
رہتے ہیں فکر میں وہ اسی جوڑ توڑ کے
لڑکی میں گُن ہوں لاکھ ، کوئی دیکھتا نہیں
دیکھو کہ والدین ہیں کتنے کروڑ کے!

بار بار

گھٹری بھر میں بدلتی ہیں نگاہیں
گلہ ہے بار بار کو اس جہاں سے
کتروا کے جو زلفیں کل گئے تھے
وہ گزرے آج کتروا کے دکاں سے

شوخ
بیانی

گورے

بولے وہ مجھ سے سر میں سماتی نہیں یہ بات
دیکھے ہیں ہم نے ایسے بھی گورے کمال کے
انگریز ہو کے کورے ہیں انگلش زبان میں
جتنے بھی طفل آئے ، نظر ایک سال کے!

میزبانی

نئے شادی شدہ اک دوست کے گھر میزبانی کا
نیا انداز دیکھا ہے ، بھلا کیسے بھلائیں گے
ابھی بیٹھا ہی تھا جا کر کہ اندر سے صدا آئی
‘یہ گھر سے کھا کر آئے ہیں کہ واپس جا کے کھائیں گے؟!

خوشخبری

میاں نے آ کے خوشخبری سنائی جب یہ بیگم کو
کہ اپنی زندگی کا آج ہم پیسہ کرا لائے
کہا بیگم نے، "یہ تم نے بہت اچھا کیا لیکن
خوشی تو ہے وہی سچی کہ پیسہ ہاتھ میں آئے!"

جوڑوں کا درد

آیا جو شادمانی کا موسم تو دیکھیے
بن بن کے آسمان سے جوڑے اتر گئے
اٹھ بیٹھ ویدیو کی مگر اس قدر لگی
کچھ تو بچارے درد سے جوڑوں کے مر گئے

شوخ
بیانی

پیار کا احساس

ذرا دیکھو یہ کیسا اشتہار آیا ہے ٹی وی پر
 فلاں چپل خریدو ، پیار کا احساس ہوتا ہے
 کہا اک عاشق ناکام نے ، ”کیسے یقین کر لوں
 کہ اس کے ذکر سے ہی مار کا احساس ہوتا ہے!“

سنگت

سخن کی بزم برپا ہو ضروری تو نہیں ہم دم
 جو شاعر ہے وہ دیواروں سے رشتہ جوڑ لیتا ہے
 اگر رقص ماہر ہے تو جب بھی ناچنا چاہے
 میسر ہونہ ہو سنگت ، وہ ایری موز لیتا ہے!

**شوخ
بیانی**

ای میل

کنواروں کا کہنا ہے اس دور میں
بڑے کام کی چیزِ ای میل ہے
ہے یہ بچپر میل کا مشغله
کہاں، کون سے ویب پرنی میل ہے

الیکشن اپیشل

یہ پتا چلتا نہیں کہ کون کس کے سنگ ہے
پارلیمانی سیاست اس دفعہ بھی "ہنگ" ہے
کہہ دیا یہ ہارنے والوں نے سینہ ٹھوک کر
چار دن کی بات ہے اور پھر پرانا رنگ ہے

شوخ
بیانی

کمر کا درد

جو انی کے گزر جانے کا یارو
 اثر ہم پر بھی کچھ طاری ہوا ہے
 کمر کا درد اتنا بڑھ گیا ہے
 کہ درد عشق پر بھاری ہوا ہے

باقیہ

سب سے زیادہ چھپنے والا روزنامہ دیکھ کر
 ہم نے یہ جانا اہم خبروں کی کیا پہچان ہے
 دو سطر کے بعد ”باقیہ“ جس میں ہو اس کو پڑھو
 جس خبر میں ہونہ ”باقیہ“ وہ خبر بے جان ہے!

بھلی کا بل

بل سے بھل کے تو ہر اک حالتِ بھل میں ہے
سانپ کے بل میں کہاں وہ ڈنک جو اس بل میں ہے
سن کے یہ شکوئے ، کہا فرمائے روائے وقت نے
”ان بلوں سے جان میری خود بڑی مشکل میں ہے!“

قومی زبان

کہا بیگم نے شوہر سے ، ڈنر تیار کر لینا
فرج میں بیف ہے، فش ہے، چکن ہے اور مٹن بھی ہے
کلب میں آج کافی دیر تک بیزی رہوں گی میں
وہاں اردو زبان پر ایک پینل ڈس کشن بھی ہے!

شوخ
بیانی

گارنٹی

نئی چھتری کی گارنٹی جو پوچھی
 تو بولا شاپ کیپر مسکرا کے
 چلے گی زندگی بھر ، گر اسے تم
 رکھو گے دھوپ بارش سے بچا کے

ساس کی چین

ساس کی چین لے کے سونے کی
 چین کی سانس تم نے لے لی ہے
 مجھ کو لگتا ہے یہ مگر بیگم
 مستقل پھانس تم نے لے لی ہے

اپنی بلا سے

اک میں ہوں میری سمت کوئی دیکھتا نہیں
ان کی طرف جو دیکھے تو بس دیکھتا رہے
ان کے مکان تک نہ رسائی ہو جب مری
”اپنی بلا سے بوم بسے یا ہما بسے“

شوخ
بیانی

نظمیں

شیخ
بیانی

مناسب رشته

کھیال یہ جو ہمارے دل میں ہے آج آیا اجھ بھائی
اسے ہماری ارج سمجھ لو یا اپنا دکھڑا اجھ بھائی

تمہیں کھبر یہ ملی تو ہو گی، کسی نے تم سے کہا تو ہو گا
گلی میں کیا گل کھلا رہا ہے ہمارا لمڈا اجھ بھائی

کسی سے ہم کیا کریں سکایت، کھراب نکلی ہماری کسمت
ہے ایک انڈا، سو وہ بھی گندرا، عجب تماسا اجھ بھائی

نہ کام کا ہے، نہ کاج کا ہے، پھلکت وہ دسمن اناج کا ہے
مگر وہ آکھر کو ہے تو اپنے جگر کا ٹکڑا اجھ بھائی

نہ گر ہی سیکھا چلت پھرت کا، نہ کام سیکھا ہے کوئی گت کا
دکان داری کرادیں وس کو، یہی ہے سونچا اجھ بھائی

مگر کہاں سے اب آئے نگدی، تمہیں کھبر ہے ہمارے گھر کی
اسی پھلکر میں تو سر ہمارا ہوا ہے گنجا اجھ بھائی!

شوخ
بیانی

یہ سوچتے ہیں بیاہ کر دیں ، کسی سے وس کا نکاح کر دیں
پڑے گی سر پہ تو کام دھنداے سے کھد لگے گا ایجھ بھائی!

کھداناے دی ہے تمہیں جو بیٹی، پھر لگی ہے ہمیں بھی وس کی
کھسی گئی میں ہے اک جمانے سے اپنا ساجھا ایجھ بھائی

نہیں ہے اچھا جوان لرکی کو گھر میں ایسے بھٹھا کے رکھنا
نکل نہ جائے تمہاری عجت کا ہی جناجا ایجھ بھائی

یہ جان حاجر تمہاری کھاطر، ہمارا بیٹا تمہارا بیٹا
وخت پہ آؤیں نہ کام اپنے؟ گجب کھدا کا ، ایجھ بھائی

تم اپنی بیٹیا کا بیاہ کر دو ہمارے بیٹے سے ، بات مانو
پھر ج سے پھارگ ہو جتنی جلدی ، ہے اتنا اچھا ایجھ بھائی!

یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے بیٹے کے نام ہو گا تمہارا سب کچھ
جو آنی جانی ہے پیچ اس پر گلت ہے رونا ایجھ بھائی!

جرابھی سودا نہیں ہے مہنگا، اگر یہ سوچو کہ اس کے بد لے
ملے گا سمدھی تمہیں سیانا ، ہمارے جیسا ایجھ بھائی !!

ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

خمسہ بر غزلی مرزا غالب

گزرے وہ جھلاتے ہوئے جھمکا مرے آگے
لاکٹ ہے تو کنگن ہے تو چھلا مرے آگے
رہتا ہے ہمیشہ ہی یہ خطرہ مرے آگے
لڑکی مرے آگے ہے کہ لڑکا مرے آگے
”ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے“

بدلی ہیں یہاں آج محبت کی وہ سہیں
شیریں نہ رہی اب کسی فرہاد کے بس میں
سوہنی کے لگے تیر مہینوال کی نس میں
کھاتی ہے یہاں ہیر کسی اور کی فتنیں
”محنوں کو برا کہتی ہے لیلی مرے آگے“

”ستے ہو“ ، ”اجی“ ، کہتی تھی حوا کی یہ دختر
وہ طرزِ تخطاب تھا یا چاہت کا سمندر
اب دورِ مساوات ہے ، دونوں ہیں برابر
پھر کیوں نہ پکارے اسے وہ نام ہی لے کر
”آتا ہے ابھی ، دیکھیے کیا کیا مرے آگے“

شوخ
بیانی

رکھنا تھا محبت کو چھپا ، دل کی کلی میں
 وعدہ تھا نبھانے کا بڑی اور بھلی میں
 خارش ہوئی شاید ترے پیروں کی تلی میں
 پکڑی جو گئی آج رقبوں کی گلی میں
 ”تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے“

ابا جو ترے ، عشق کی رواد سمجھتے
 مجنوں کا یقیناً ہمیں ہمزاد سمجھتے
 اور غیب سے بھی ہوئی امداد سمجھتے
 سینے سے لگاتے ، ہمیں داماد سمجھتے
 ”کیوں کر کھوں ، لو نام نہ اُن کا مرے آگے!“

جنگ کی تباہ کاریاں

کل اک خاتون نے اک جانے والے سے فرمایا
لڑائی چھڑ گئی ہے سرحدوں پر ، یہ سنا ہوگا

اگر کام آ گیا میرا منگیتھ اس لڑائی میں
کروں گی آپ سے شادی ، اٹل یہ فیصلہ ہوگا

ہلا دی ہاں میں گردن اس بچارے نے ، مگر اس کو
لڑائی میں تبہ کاری کا اندازہ ہوا ہوگا!

ایک سماجی مسئلہ

کہا آ کر وکیل اور شاہدوں نے
بھلا ایسا کبھی ہوتا کہیں ہے؟

گئے تھے ہم رضا لینے دلہن کی
مگر وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے

دباری دانت میں انگلی دلہانے
شکن آلوو قاضی کی جمیں ہے

دلہا کا باپ ہے آپ سے باہر
دلہن کا باپ ہے ، لیکن نہیں ہے!

اسی لمحے خبر آئی کہ دلہن
فلک پر ہے ، نہ وہ زیر زمیں ہے

علاقے میں جو بیوٹی پارلر ہے
سویرے سے ابھی تک وہ وہیں ہے!

بات ایک رات کی

قدم	لرزیدہ	لرزیدہ
نظر	ڈُزدیدہ	ڈُزدیدہ

دلہا کمرے میں آئے ہیں	
مہک پاشیدہ	پاشیدہ

ہوئی تاخیر آنے میں	
دلہن خوابیدہ	خوابیدہ

دلہن کے رخ پہ زلفوں کی	
لٹیں پیچیدہ	پیچیدہ

لٹوں کو دیکھ کر دلہا	
ہوئے گرویدہ	گرویدہ

تمنا رہ گئی دل میں	
دلہا رنجیدہ	RNGیدہ

بتایا گھر کے بھیدی نے
 ہمیں پوشیدہ پوشیدہ

دہن بھی بولتی کم ہیں
 دلہا سنجیدہ سنجیدہ

فہیم الدین دلہا ہیں
 دہن فہمیدہ فہمیدہ!

عقیقے کا گوشت

سنا ہے جب یہ کہ گھر میں گوشت آیا ہے عقیقے کا
خیال آیا کہ اس صدقے کا مصرف ہو سلیقے کا

جو پوچھا ہم نے بیگم سے کہو کیا کیا پکانا ہے
وہ بولیں ، ہاں ، مگر پہلے مجھے بھی کچھ بتانا ہے

کہا میں نے کہ چھوڑو تم ابھی بیکار کے قصے
کہ قسم سے ملا کرتے ہیں چھوٹے گوشت کے حصے

کڑاہی گوشت پہلے تو بنا لو آج تم بیگم
ضروری تو نہیں کہ اس مبارک دن پکے شامجم

ہیں جتنی ہڈیاں ، ان کی تو سخنی ہی بنا لینا
پئیں گے سردیوں میں ہم ، ابھی اس کو جما لینا

ہو تازہ گوشت تو بنتا ہے اسٹو لا جواب اس کا
مسالا اس قدر ڈالو ، نہ ہو خانہ خراب اس کا

شوخ
بیانی

بنا لو تم اگر چاہو تو تھوڑا سا ”مٹن ہنڑ“
ڈبل روٹی میں رکھ کے کھا سکیں ابَا مہینے بھر

کہا بیگم نے فرمائش تو سر آنکھوں پر میرے ہے
مگر میری بھی سن لیتے ، مجھے بھی فکر گھیرے ہے

جو کافی بات بیگم نے تو غصے سے انہیں روکا
اڑائی ٹانگ کیوں تم نے ، مجھے پھر کس لیے ٹوکا؟

ہے پالک گوشت سے رغبت ، چلو وہ بھی بنا لو تم
مگر ایسا نہ ہو مرچیں کھڑی اُس میں نہ ڈالو تم

بھنا ہو گوشت دیسی گھی میں اور میتھی قصوری ہو
جو کھانے کے لیے بیٹھیں تو روٹی بھی تنوری ہو

ٹماٹر گوشت کے سالن میں گاڑھا شوربہ بھی ہو
مٹر آلو ڈلیں ، تیکھا سا اُس کا ذائقہ بھی ہو

بنا لیتا ہوں میں خود ہی ذرا سا قورمہ شاہی
پلاو بھی ، کہ خوشبو سے رکے جاتا ہوا راہی

ارادہ اس طرح باندھا خود اپنی میزبانی کا
خیال آیا نہ اک پل شیخ چلی کی کہانی کا

پلاو میں مرے جیسے کوئی سکندر نکل آیا
دبا تھا اُن کے دل میں جو ، وہ سب باہر نکل آیا

زمیں تھرا رہی تھی اور فضا میں ایک ہلچل تھی
جو اپنی اہلیہ کے ہاتھ میں دیکھا تو چپل تھی

گرج کر مجھ سے وہ بولیں ، ابھی میکے کو جاتی ہوں
مگر سر سے تمہارے ، بہوت کو پہلے بھگاتی ہوں

یہ ہڈی اور بوٹی کا محل میں ہی گراوں گی
سنو یا مت سنو ، لیکن یہ تم سے کہہ کے جاؤں گی

نہ حسرت کوئی نکلے گی نہ کوئی چاؤ نکلے گا
جو گوشت آیا ہے تو لوگے ، تو آدھا پاؤ نکلے گا

جشن مسرت

ہمارے ساتھ والے گھر میں لگتا ہے دوالي ہے
در و دیوار پر یہ رنگ و آرائش مثالی ہے

لگا ہے باغبان بھی رات دن اس کی سجاوٹ میں
نئے پودے لگے ، مہکی ہوتی پھولوں کی ڈالی ہے

ہے مہمانوں سے رونق کس قدر ان کے یہاں دیکھو
یہ خالہ ہیں ، وہ خالو ہیں ، یہ سالا ہے ، وہ سالی ہے!

کوئی گھر میں ہی گھنٹوں سے لگی ہے آج میک آپ میں
تو کوئی پارلر میں دوپھر سے بریغنا لی ہے!

عزیز و رشتہ دار آئے ہوئے ہیں دور سے سارے
سمندر پار کر کے ساس بھی آنے ہی والی ہے!

بہت مسرور و شاداں ہے ، اُدھر جس پر نظر ڈالو
چمک آنکھوں میں سب کے اور سب گالوں پر لالی ہے

امر جنسی میں لیدی ڈاکٹر اور نرس حاضر ہیں
کھڑی ہے ایمبویلنس ، جس پر لگا پرچم ہلاکی ہے

کچھ سے آ رہی ہے اشتہا آمیز جو خوشبو
ابھی تھالوں میں باورچی نے بریانی نکالی ہے

ہمیں دعوت نہیں بھجی مگر کھانا تو بھیجیں گے
سو ہم نے بھی ادھر اپنی رکابی دھو ہی ڈالی ہے

مگر یہ ماجرا کیا ہے ، جو پوچھا ہم نے بیگم سے
تو بولیں جھینپ کروہ ، بات کیا اس میں نزالی ہے

وہی جو کودتی پھرتی تھی کل تک اس محلے میں
کہا کرتے تھے تم ، توبہ! مصیبت کس نے پالی ہے

بڑے ناز و نعم سے جس کو پالا ہے پڑوسن نے
اسی نٹ کھٹ سی بلی کے ولادت ہونے والی ہے!

نقش جدید

اٹھو ، ذرا سوئے ہوئے بچوں کو جگا دو
پھلیے ہوئے بستر بھی کنارے سے لگا دو

اسکول پہنچنے میں نہ ہو دیر ذرا بھی
جلدی کرو ، پہلے انہیں تیار کرا دو

ہو جائیں ضرورت سے یہ فارغ تو انہیں تم
لے جا کے غسل خانے میں منہ ہاتھ دھلا دو

تہ کر کے رکھے رات جو کپڑے وہ نکالو
ترتیب سے ایک ایک کے ہاتھوں میں تھما دو

منے کی جرایں ابھی گیلی تو نہیں ہیں؟
چولہے پہ انہیں رکھ کے ذرا دیر سکھا دو

بلو کو جو کھانسی ہے بھلا کیسے رکے گی
تم لا کے پڑوں سے دوائی تو پلا دو

انڈے بھی تو بازار سے لانے ہیں ضروری
لے آؤ تو پھر ان کا گھٹالا بھی بنا دو

آئی تھی ڈبل روٹی جو پرسوں ، وہ پڑی ہے
سوکھی سہی ، پھسلا کے وہی سب کو کھلا دو

لے جاؤ انپیں گھیر کے تم نیچے سڑک پر
جیسے بھی ہو ، اسکول کی ویگن میں بٹھا دو

آتے ہوئے ہوٹل سے پراٹھے دو پکڑ لو
میرے لیے اچھی سی پھر اک چائے بنا دو!

بھاتی نہیں ہے گھر میں غلاظت مجھے بالکل
ایسا کرو گھر میں ذرا جھاڑو بھی لگا دو

دیواروں پر دھبے مجھے اچھے نہیں لگتے
”جو نقش گھن تم کو نظر آئے مٹا دو!“

یہ چھوٹی بھی اٹھ بیٹھی ہے لوصح سویرے
دیتے رہو تپکی اسے جب تک نہ سلا دو

دفتر کو تمہیں دیر تو ہو جائے گی پیشک
پھر آج بہانہ کوئی اچھا سا بنا دو

آتے ہوئے دفتر سے کہیں بھول نہ جانا
دوپھر کا کھانا ہمیں ہوٹل سے ہی لا دو

زحمت تمہیں اب اور میں کیا دوس مرے سرتاج
بس کھول کے لیں وی ، مجھے ریموت تھما دو!!

شکوہ

میں یہاں پر دلیں میں ہوں اور تم سرال میں
بھیج کر مجھ کو ادھر بیٹھی ہو تم چکوال میں
کھا رہی ہو مرغیاں اور مست ہوں میں دال میں
جی نہیں لگتا مرا پر دلیں کے جنجال میں

حرستیں ہی حرستیں ہیں اس دل پامال میں
جانِ من تم ہو کہاں ، الجھا کے مجھ کو جال میں

صححِ دم کھاتا ہوں میں چٹنی سے سوکھی روٹیاں
ہیں میسر تم کو تازہ نان ، تکے بوٹیاں
عیش کرتی ہیں وطن میں رہ گئیں جو ووٹیاں
مال کھا کھا کر ہمارا ، ہو گئی ہیں موٹیاں

روئی جیسے بھر رہا ہو کوئی ان کی کھال میں
جانِ من تم ہو کہاں ، الجھا کے مجھ کو جال میں

شوخ
بیانی

جو گزرتی ہے یہاں ، تم کو سنا سکتا نہیں
 ضعف ہے اتنا کہ دست و پا ہلا سکتا نہیں
 کس قدر ”د بلا گیا“ ہوں میں ، بتا سکتا نہیں
 ڈھونڈنے نکلوں اگر خود کو ، تو پا سکتا نہیں

کیا سے کیا میں ہو گیا ہوں ڈیریٹھ دو ہی سال میں
 جانِ من تم ہو کہاں ، الجھا کے مجھ کو جال میں

کام اتنا ہے کہ تھک کر چور ہو جاتا ہوں میں
 روز و شب افسر کی اپنے ، جھٹر کیاں کھاتا ہوں میں
 رات آدمی بیت جاتی ہے تو گھر آتا ہوں میں
 ہاں ، مگر سونے سے پہلے زیر لب گاتا ہوں میں

اک یہی مصرع مگر دھینے سُروں میں ، تال میں
 جانِ من تم ہو کہاں ، الجھا کے مجھ کو جال میں!

جوابِ شکوہ

خط تمہارا مل گیا ہے اور اب سن لو جواب
مفت میں جل بھن رہے ہو ، بن رہے ہو تم کتاب
چھانک کر اپنا گریاں بھی ذرا دیکھو جناب
تم نے اپنے راستے کا خود کیا تھا انتخاب

دن نہ یہ تم دیکھتے ، رہتے اگر تم کھال میں
وہ خدا کی ذات رکھے جس کو جیسے حال میں

یاد ہے بھیجا تھا تم نے اک لفافہ عطر بیز
کھول کر دیکھا تو تھی فہرست سامان جہیز
ریڈیو ٹی وی وغیرہ سے ہمیں کب تھا گریز
گلف کے ویزے نے کی لیکن ہماری نبض تیز

تم نے ڈالا تھا مرے ابو کو کس جنجال میں
وہ خدا کی ذات رکھے ، جس کو جیسے حال میں

شوخ
بیانی

چین سے میکے میں تھی ، کیا لطف اُس راحت میں تھا
چوہا چکی ، جھاڑو برتن ، کب مری فطرت میں تھا؟
میری شادی کے لیے ہر شخص بس عجلت میں تھا
ساس نندوں کو بھگتنا ہی مری قسمت میں تھا

جی رہی ہوں میں نہ جانے کیسے اس بھونچال میں
وہ خدا کی ذات رکھے ، جس کو جیسے حال میں

ماں تمہاری پوچھتی رہتی ہیں ، کب آئے گا لال
باپ اور بہنوں کی حالت پر بھی ہوتا ہے ملال
اور میں قسمت کی ماری ، کیا بتاؤں دل کا حال
لوٹ آنے کا مگر ہرگز نہ ہو تم کو خیال

بھول جاتے ہیں یہاں کے غم وہاں کے مال میں
وہ خدا کی ذات رکھے ، جس کو جیسے حال میں

آخری راستہ

ابھی کل ہی تو تم نے مجھ سے میرا حال پوچھا تھا
گزرتے کس طرح سے ہیں یہ ماہ و سال ، پوچھا تھا
سبب بیتابی دل کا ، بصدر اشکال پوچھا تھا
زمانہ چل رہا ہے اور کوئی چال ، پوچھا تھا

زبان کھولی جو میں نے جوش میں دل اور جگر آئے
نہ جانے کیا ہوا ، آنکھوں میں آنسو بھی اتر آئے

کہا تھا میں نے تم سے ، اب مجھے تہائی ڈستی ہے
تمہاری دید کو ہر دم نظر میری ترستی ہے
جہاں میں ہوں وہ کہنے کو حسین خوابوں کی لبستی ہے
مگر میرے لیے بے لطف ہے ، بے کیف و مسٹی ہے

سکون ملتا ہو جس کو بس تمہاری ہی پناہوں میں
بیسیں گے کیا یہ نظارے بھلا اس کی نگاہوں میں

شوخ
بیانی

یہاں آ جاؤ سب کچھ چھوڑ کر ، یہ کہہ نہیں سکتا
 مگر میں کیا کروں اب میں اکیلا رہ نہیں سکتا
 میں اب گم کی بارش میں ہمیشہ بہہ نہیں سکتا
 یہ تہائی کے صدمے اور زیادہ سہہ نہیں سکتا

شپ ہجراں میں گزرے عمر ساری ، کیا قیامت ہے
 رہے ہر دم عجب سی بیقراری ، کیا قیامت ہے

ابھی کل ہی تو ہم دونوں نے اس پر گفتگو کی تھی
 مری الجھن سلچھ جائے ، یہ باہم جتوں کی تھی
 کسی نے کب تمنائے جہان رنگ و بو کی تھی
 کوئی ہو وصل کی صورت ، یہی بس آرزو کی تھی

یہ طے پایا کہ اس بارے میں فکر و غور کرنا ہے
 علاج درد فرقہ اب کسی بھی طور کرنا ہے

مگر ہونے لگا ہے آج یہ احساس شدت سے
 نہیں ہے مجھ کو چھٹکارا ابھی محنت مشقت سے
 اُدھر تم پر بھی ذمہ داریاں باقی ہیں کثرت سے
 ابھی زائد ہے فکرِ روز و شب ، دردِ محبت سے

یہی بہتر ہے ارمانوں کا اپنے خون کر لیں ہم
جو بے چینی بڑھے حد سے تو ٹیلیفون کر لیں ہم!

شوخ
بیانی

لیلی اور مجنوں کا

شکوہ جواب شکوہ

حصہ اول شکوہ

قدم لرزائ تھے خوف پاسباں سے
جچھک سے گال سیب ارغواں سے

چھپا کے منه نقاب پچھواں سے
نکل آئی مگر لیلی مکاں سے

مقابل آئی وہ مجنوں کے جس دم
ہوئی گویا زبان بے زبان سے

پکڑ رکھا ہے کیوں کونا گلی کا
بھلا جاتے نہیں تم کیوں یہاں سے؟

اٹھا کر منه تم اپنا یوں کھڑے ہو
 جدا ہو اونٹ جیسے سارباں سے!

لباسِ تن بھی ہے میلا کچیلا
گریباں بھی پھٹا ہے درمیاں سے

مَنْوَنْ مَطْيَّ جَمِيْ سَرْ پَرْ تَمَهَارَے
اٹا ہے جسم میل بے کراں سے

کریبیوں سے تمہیں رغبت نہیں ہے
نہ "تبت" سے، نہ ہی "عمرِ رواں" سے!

نہ باز آتے ہو تم خصلت سے اپنی
تمہیں ملتا ہے کیا آہ و فغاں سے؟

کھڑے ہوتے محبت میں اگر تم
نہ گھبراتے کسی بھی امتحان سے

نظرِ مکتب میں تختتی پر ٹھہرتی
چپک جاتی نہ رُوئے گل فشاں سے!

لگاتے دل پڑھائی میں اگر تم
تو رہتے دور کسب عاشقان سے

چلے جاتے سمندر پار تم بھی
نہ لاتے میم لیکن تم وہاں سے

کہیں سے کوئی ڈگری لے کے آتے
فیلا سے یا آذر بائجاں سے!

تمہارے ہم جماعت تھے جو لڑکے
کہاں پہنچے وہ سب جانے کہاں سے

نہ رکھا ہے مجھے تم نے کہیں کا
اُدھر خود بھی گئے دونوں جہاں سے

مری کشتی لگے گی پار کیونکر
لڑوں کیسے میں اب موچ روائی سے؟

جوانی ہے کہ ڈھلتی جا رہی ہے
بھلا رشتہ مرا آئے کہاں سے

مرے گھر سے نکلنے پر ہے بندش
چھپا کر خود کو میں اہل مکاں سے

یہی اک بات کہنے آ گئی ہوں
مجھے مطلب نہیں سود و زیاد سے

خدا کے واسطے بخششو مجھے تم
اٹھا لو بوریا بستر یہاں سے

نہیں تو ، لو یہ پیسے اور جا کر
ذرا سا زہر ہی لا دو دکاں سے!

حصہ دوئم جواب شکوہ

زمیں سے ہے کہ اونچ لا مکاں سے
صدائیلی کی آتی ہے کہاں سے

حوالوں و ہوش میں آیا جو بھنوں
نکل کر عالم وہم و گماں سے

مخاطب ہو کے وہ یلیٰ سے بولا
جھٹک کے گرد جسم ناتوان سے

گلی کیسے بھلا چھوڑوں تمہاری
کہاں جاؤں تمہارے آستان سے؟

تمہارے رشتہ داروں نے ڈرایا
طمپخ سے، کبھی نوک سنان سے

محبت میں جو مرنے پر تلا ہو
ڈرے گا کیا وہ آوازِ سگاں سے!

مجھے ہے ناز اس دیوالگی پر
کہاں تک تم کو پہنچایا کہاں سے

تمہارا نام بھی کوئی نہ لیتا
یہ مٹ جاتا زمین و آسمان سے

مرے دم سے ہوئی دنیا شناسا
سگ لیلی سے اور لیلی کی ماں سے!

ہوئے مشہور وہ عالم میں کتنا
ذرا پوچھو یہ تم ابا میاں سے

مگر دکھ ہے تو یہ ہے کہ مجھے بھی
ملا یا تم نے بے نام ونشاں سے

اٹھائے ڈگریاں پھرتے ہیں لاکھوں
ملا ہے کیا انہیں بارگراں سے

جگت استاد ہوں میں عاشقی کا
یہ دیکھو پوچھ کر پیر و جواں سے

سبق الفت کا جو میں نے دیا ہے
وہ مت سکتا نہیں لوح جہاں سے

سحر میرا ادب اور شاعری پر
قلم رکتا نہیں میرے بیان سے

جو سچ پوچھو تو ہے نسبت مجھے بھی
جگر سے، میر و غالب سے، فغال سے

مریں دشمن ہمارے زہر کھا کر
بھلا یوں کون جاتا ہے جہاں سے

کرو مت فکر تم رشتے کی بالکل
کہ میں حاضر ہوں دل سے اور جاں سے

مگر ہے شرط یہ میری بھی لیالی
اٹھے پردہ نہ اس رازِ نہاں سے

یہی بہتر ہے دنیا میں رہیں ہم
پریشان ، نالہ کش ، بے خانماں سے

ملے گی خاک میں شہرت ہماری
نظر آئے اگر ہم شادماں سے

یہ وعدہ ہے مرا دو بول ارم میں
ہمیں پڑھوائیں گے پیر مغاں سے

یہی صحراء ہے وہ ہدم.....

پھٹے کپڑوں میں پھرتا تھا مگر شاہانہ رہتا تھا
 شرابِ عشق میں ڈوبا ہوا ، رندانہ رہتا تھا
 بیوں پر جس کے لیلیٰ کا سدا افسانہ رہتا تھا
 سگ لیلیٰ سے بھی جس شخص کا یارانہ رہتا تھا

وہ مجنوں تھا جو بن کر عاشقِ مستانہ رہتا تھا
 یہی صحراء ہے وہ ہدمِ جہاں دیوانہ رہتا تھا

یہیں وہ مدرسہ تھا ، یا کہو دربار لیلیٰ کا
 لگا تھا اس بچارے کو یہیں آزار لیلیٰ کا
 یہیں پہلے پہل اس نے چھووا رخسار لیلیٰ کا
 یہیں گھنٹوں کیا کرتا تھا وہ دیدار لیلیٰ کا

پڑھائی اور لکھائی سے تو وہ بیگانہ رہتا تھا
 یہی صحراء ہے وہ ہدمِ جہاں دیوانہ رہتا تھا

یہیں سے قصہ الفت ہوا مشہور مجنوں کا
نیا عنوان زمانے کو ملا چاہت کے مضمون کا
بگاڑے کیا بھلا اک ماہی بے آب ، گردوں کا
پیاسا ہو گیا پھر بھی اک عالم قیس کے خون کا

یہاں پر خطرہ جنگ و جدل روزانہ رہتا تھا
یہی صحرا ہے وہ ہدم جہاں دیوانہ رہتا تھا

یہیں لیلی کے بہنوئی نے اس کی ہڈیاں توڑیں
سگ لیلی نے رسمًا بوٹیاں دو چار بھنبوڑیں
جو اپنے تھے مصیبت میں انہوں نے گرد نیں موڑیں
یہیں پر گوند سے لیلی نے اس کی پسلیاں جوڑیں

بچارا صبر کا بن کر یہاں پیانہ رہتا تھا
یہی صحرا ہے وہ ہدم جہاں دیوانہ رہتا تھا

یہاں جاسوسیاں لیلی کی کیس اس کی کنیزوں نے
پریشان کر دیا دونوں کو ان سب بدتمیزوں نے
اُدھر گل یہ کھلایا مل کے ان طرار چیزوں نے
کہ رشتہ ایک امریکہ سے بھجوایا عزیزوں نے

نہیں سوچا یہیں تو شمع کا پروانہ رہتا تھا
یہی صحراء ہے وہ ہدم جہاں دیوانہ رہتا تھا

اچانک ایک دن بوئنگ میں لیلی ہو گئی رخصت
ملا ویزا تو امریکہ کی جانب کر گئی ہجرت
ادھر وحشت میں کچھ ایسی بگاڑی قیس نے صورت
کہ ظالم کوتوال شہر پر طاری ہوئی دھشت

پکڑ کر اس کو واں بھیجا جہاں ویرانہ رہتا تھا
یہی صحراء ہے وہ ہدم جہاں دیوانہ رہتا تھا

چلتی کا نام گاڑی

گھر آئے ہم سے ملنے اک مہرباں ہمارے
زیر رکاب تھی اک نازک خرام گاڑی
پوچھا جو ہم نے ان سے ، پڑوں ہے یا ڈیزیل؟
یا پھر سی این جی ہوگی یہ بے لگام گاڑی
کہنے لگے کہ ”سی کے این جی“ اسے سمجھ لو
مطلوب جو پوچھا ، بولے ، ”چلتی کا نام گاڑی!“

شوخ
بیانی

حضرت ان غنچوں پہ ہے

جب سنا ساس ایک ساتھی کی
اب نہیں ہیں جہاں فانی میں

لے کے بیوی کو اور بچوں کو
ہم بھی پنچے قران خوانی میں

کھا کے پھر ہم مٹن کی بریانی
لگ گئے ذکر رفتگانی میں

ان سے پوچھا جو ماجرا سارا
ہم سے بولے وہ رازدانی میں

آگ تھوڑی سی لگ گئی تھی کل
کر دیا فون بے دھیانی میں

فارمینوں کی فوج آ پہنچی
ہے وہ مشہور حاں فشانی میں

اس طرح لڑ پڑی وہ شعلوں سے
پھٹ گئے ، ہوز ، کھینچا تانی میں

آگ بجھتے ہی وہ ہوئی رخصت
جیسے بارات شادمانی میں

ہم نے سمجھا کہ ٹل گئی آفت
موڑ آیا مگر کہانی میں

پانی پانی ہوا ہمارا گھر
جیسے دریا کوئی رومنی میں

پھیر کے منہ ، ہماری خوشدا من
یوں نہ جاتیں بھری جوانی میں!

جل کے مرنے سے بچ گئیں لیکن
مر گئیں ڈوب کے وہ پانی میں !!

منا بڑا پیارا

منا نہ گر پڑے ذرا اس پر نظر رکھیں
بن ٹھن کے آج آپ کدھر کو نکل چلے؟

ہم نے کہا ، ہمیشہ ہی ٹوکا ہے آپ نے
جب ہم مشاعرے میں سانے غزل چلے

منے کی کس لیے ہے بھلا فکر آپ کو
”وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے مل چلے!“

امداد باہمی

کسی شاعر نے گم کر دی سفر میں ڈائری اپنی
مناسب ایسے موقع پر نہیں تھی خامشی اپنی

اٹھایا میں نے ٹیلیفون اور نمبر گھما ڈالا
اگرچہ کال کرنے میں رقم کافی لگی اپنی

سلام ان کو بصد تکریم و عزت جب کیا میں نے
انہوں نے بھی مروت میں دکھائی خوش دلی اپنی

بتائی ان کو میرے دل پہ جو گزری خبر سن کر
عیاں پھر ان کے دکھ سے میں نے کی واپسی اپنی

مگر کہنے لگے وہ ، آپ سے واقف نہیں ہوں میں
مجھے لگتا نہیں کہ آپ سے ہے دوستی اپنی

فرق ڈائری میں غم زدہ اور آبدیدہ ہوں
مری حالت یہ سوجھی آپ کو سہ مسخری اپنی؟

نوازش ہو اگر رہنے دیں مجھ کو حال پر میرے
”مجھے تو شامِ غم میں کاٹنی ہے زندگی اپنی“

کہا میں نے ، ہے میرا مشغله بھی شاعری حضرت
شریکِ غم ہوں ، لایا ہوں فقط میں ، مخلصی اپنی

جو گم گشته ہے اس شے کا بھلا کیوں اس قدر ماتم
یہ آہ و زاریاں فی الحال کر دیں ملتوی اپنی

اگرچہ آپ سے بہتر نہیں جو میں نے لکھا ہے
مٹا سکتے ہیں لیکن آپ اس سے تنگی اپنی

مرا دیوان حاضر ہے، اسے اب آپ ہی رکھ لیں
سمجھ لیں ہر غزل ، قطعہ رباعی ، مشتوی اپنی

چلا پھر سلسلہ دونوں میں جنت اور دلیلوں کا
اُدھر انکار تھا ان کا ، اِدھر تھی عاجزی اپنی

دباو بڑھ گیا اتنا بالآخر قلب نازک پر
کہ از خود رفتگی میں کہہ گئے وہ آن کہی اپنی

وہ بولے کس طرح بھولوں بھلا اس ڈائری کو میں
اسی کے دم سے تھی بزم سخن میں ساحری اپنی

نشانی اس مبارک دن کی تھی، جب میرے دفتر میں
بیاض شاعری بھولا تھا کوئی اجنبی اپنی!

شوخ
بیانی

ہمارے بھی ہیں مہرباں --

ان کو ہم اپنا دوست لکھیں ، آشنا لکھیں
ہم لکھیں ، رفیق لکھیں ، ہمنوا لکھیں

شعر و ادب سے ان کو تعلق ہے کس قدر
طاقت کہاں قلم میں کہ یہ ماجرا لکھیں

لکھنے میں کچھ نہ کچھ ہیں یہ مصروف رات دن
کاغذ ، قلم ، دوات میں ان کو فنا لکھیں

نقد و نظر میں ہے وہ مہارت کہ ہم انہیں
اقیمِ نظم و نثر کا فرمان روا لکھیں

یکتا ہے اپنے فن میں کوئی ، تو ہوا کرے
ان کو نہیں بچا تو اسے سرپھرا لکھیں

تحت الشمی سے عرش بریں ایک آن میں
پہنچے وہ خوش نصیب جسے مرجا لکھیں

اتنا ہی ہم لکھیں کہ سمجھ پائیں وہ اسے
ان کی پہنچ سے ہم نہ کبھی ماورا لکھیں

ساقی کا اور شراب کا ہو ذکر بار بار
زادہ کو بھول کر نہ کبھی پارسا لکھیں

ممکن نہیں غصب سے بچیں ہم جناب کے
باشتوں کو بھی نہ اگر سرو سا لکھیں

محبوب کے بیاں میں ہو لازم مبالغہ
چہرے کو پھول ، زلف کو ہم اڑدھا لکھیں

لازم ہے ہم پہ ، ہم جو لکھیں بحر میں رہے
ہم وزن و ہم ردیف لکھیں ، قافیہ لکھیں

لکھنے میں احتیاط سے ہم کام لیں ، مگر
جو ان کے جی میں آئے اسے بر ملا لکھیں

لکھے مقدمہ تو مصنف بقلم خود
لیکن ہے یہ اٹل کہ وہی فیصلہ لکھیں

دو جلدیں اس لیے انہیں بھیجیں کتاب کی
بے لاگ اپنی رائے لکھیں ، تبصرہ لکھیں

بولے وہ دیکھ کر مرا مجموعہ کلام
پہلے پہ کیا لکھوں ، چلیں اب دوسرا لکھیں !!

گرمی بازار

بازار ہے پھر گرم سیاست کے نگر کا
ہے قدر اسی کی جو نہ ہو گھاٹ ، نہ گھر کا

چھپنے لگے اخبار میں پھر میرے بیانات
برسیں گے ذرا دیر میں اکرام و عنایات

آنے لگے دروازے پہ وہ لوگ بھی یارو
کہتے تھے مجھے دیکھ کے "پھر اسے مارو"

گالی مجھے دیتے تھے سر عام جو ہر شام
لکھا ہے انہوں نے بھی حلیفوں میں مرا نام

قہیلوں میں لیے نوٹ چلے آئے ہیں کیوں آپ
کیا ریس کا گھوڑا ہوں کہ بک جاؤں گا چپ چاپ؟

باتوں سے مجھے آپ نہ بہلائیے سرکار
سن لیجیے اس مرتبہ کیا ہے مجھے درکار

شوخ
بیانی

ووٹ بینک سے اپیل

یہ پانی کے نلکوں کا آنسو بہانا
 یہ بجلی کا جانا ، پلٹ کرنے آنا
 بجٹ کا غریبوں کی گردان دبانا
 یہ ہر شے کی قیمت کا بڑھتے ہی جانا

ہمارا مگر سکھ کی بنی بجا نا
 یہ سب بھول جانا ، ہمیں نہ بھلانا

یہ مانا شب و روز ہیں قتل و ڈاکے
 یہ انخوا کے قصے ، یہ چوروں سے ناتے
 مقدار میں بیروزگاری و فاقہ
 ہمیں لانے والے کہاں بچ کے جاتے

کہ ان کو بھی تو کچھ سبق ہے سکھانا
 یہ سب بھول جانا ، ہمیں نہ بھلانا

جو بینکوں سے قرضہ لیا ہے تو پھر کیا
کروڑوں کا گھپلا کیا ہے تو پھر کیا
جو خون مفلسوں کا پیا تو پھر کیا
جو مرمر کے کوئی جیا ہے تو پھر کیا

تیبیوں کا ، بیواوں کا بلبلانا
یہ سب بھول جانا ، ہمیں نہ بھلانا

یہ مانا کہ جو تھا یہاں پچ کھایا
ہمیں نے تو آدھا مکاں پچ کھایا
اُخوت کا نام و نشان پچ کھایا
یہاں تک کہ امن و اماں پچ کھایا

یہ دہشت کا عالم ، یہ بگڑا زمانا
یہ سب بھول جانا ، ہمیں نہ بھلانا

مسجد میں خوں ریزیاں ہو رہی ہیں
تو ایوال میں اٹکھیلیاں ہو رہی ہیں
اصولوں کی یوں دھجیاں ہو رہی ہیں
کہ نیلام اب کرسیاں ہو رہی ہیں

سر عام رشوت کی منڈی لگانا
یہ سب بھول جانا ، ہمیں نہ بھلانا

نہ ہوتی اگر ہم میں بننے کی خصلت
چمکتا نہ یوں کاروبار سیاست
کہاں کا یہ ملک اور کہاں کی یہ ملت
فقط کام اب ہے ہمارا یہ شوکت

کہ ہر حال میں اپنی کرسی بچانا
یہ سب بھول جانا ، ہمیں نہ بھلانا

سیاسی ترانہ

مطلوب نہیں تو اپنوں سے بھی دوستی نہیں
کرتب ہے لیدری ، یہ کوئی دل گلی نہیں
زر کی ، زمیں کی ، زن کی اگرچہ کمی نہیں
لیکن ہوس کی آگ ابھی تک بجھی نہیں

سر پر ہمارے سایہِ ابلیس چاہیے
خدمت کریں گے قوم کی ، پرفیس چاہیے
یتے تھے سو پہ دس مگر اب تمیں چاہیے
ورنہ سمجھ لو دال کسی کی گلی نہیں

دو چار دن ہی اور اکٹڑنا ہے قوم کا
رسا پھر اس طرح سے پکڑنا ہے قوم کا
قرضے میں بال بال جکڑنا ہے قوم کا
دلدل میں یوں پھنسے کہ یہ نکلے کبھی نہیں

شوخ
بیانی

دیتے ہیں یوں تو گوروں کو دن رات گالیاں
ان کا ہی فیض ہے کہ ہیں گالوں پہ لالیاں
وہ ہیں شجر ہمارے تو ہم ان کی ڈالیاں
چج پوچھیے تو ان سے کوئی دشنی نہیں!

رہنے دو چین سے ہمیں گدّی پہ دو گھڑی
چھین و جھپٹ میں گزرے، گزرتی ہے جو گھڑی
دل جس سے ڈر رہا ہے نہ آجائے وہ گھڑی
کرسی کا کیا بھروسہ ابھی ہے ، ابھی نہیں!

گدّی ہے اقتدار کی اک تار عنکبوت
نکلے جو اس سے ہو گئے ہم جن چڑیل بھوت
دو دو نکلے میں بک گئے اس قوم کے سپوت
وہ قوم جو کسی کے بھی آگے جھکی نہیں

چناو

چناو سر پہ آئے ہیں چلیں گے پھول گیندے کے
گے میں لیدروں کے پھر ڈلیں گے پھول گیندے کے

ادھر لیدر تو کھائیں گے سموسہ ، کھیر اور پوری
ادھر ورکر بچارے بس تلیں گے پھول گیندے کے

ہوا ہلٹر کہیں یارو اگر جلسے جلوسوں میں
ٹماٹر کی جگہ دیکھو چلیں گے پھول گیندے کے

ضمانت جن کی ہو گی ضبط وہ پھر گھر کو جائیں گے
کف افسوس پر رکھ کر ملیں گے پھول گیندے کے

نہ آیا ایک بھی ووٹر اگر حساس علقوں میں
تو گنتی کے لیے سمجھو ڈلیں گے پھول گیندے کے

ہوئے امیدوار اتنے بہت سے لوگ کہ ڈر ہے
رقابت کی حرارت سے جلیں گے پھول گیندے کے

جو کرواتے رہے لیڈر ایکشن آئے دن یارو
تو کیسے دلیں میں پھولے پھلیں گے پھول گیندے کے

تحلے لگ گیا

مجھے دیکھو نظر بھر کے تمہارا رہنا ہوں میں
 جو مانگی تم نے برسوں تک وہی شاید دعا ہوں میں
 جواں ہوں ، خوبصورت ، خوش گلو اور خوش ادا ہوں میں
 مصاحب بادشاہ وقت کا ہوں باوفا ہوں میں
 مگر سب لوگ کہتے ہیں کہ تحلے لگ گیا ہوں میں

پھنسی ہے میری رسی بھی سیاست کے بولوں پر
 بلا خوف و خطر میں جھولتا ہوں آج جھولوں پر
 بھلا کب تک میں چلتا باپ دادا کے اصولوں پر
 کھلی ہیں جو نئی راہیں ، انہی پر چل پڑا ہوں میں
 وہ جلتے ہیں جو کہتے ہیں کہ تحلے لگ گیا ہوں میں

عجب ہی لطف رکھتا ہے مگر شوق سیاست بھی
 مقام فخر بھی آتا ہے اور ملتی ہے دولت بھی
 زمیں پاؤں تلے سرکی تو ہے قید و مشقت بھی
 اسی اک خوف سے اکثر ذرا سا کانپتا ہوں میں
 مگر یہ مت سمجھ لینا کہ تحلے لگ گیا ہوں میں

محلے میں مری دہشت کا لوہا مانتے ہیں سب
 اگر میں جھوٹ بھی بولوں تو سچا جانتے ہیں سب
 مرے تھوڑے کہے کو بھی بہت گردانتے ہیں سب
 مگر ایواں میں جاتا ہوں تو طوطی کی صدا ہوں میں
 تبھی تو لگ کہتے ہیں کہ تھلے لگ گیا ہوں میں

نہ جانے کیوں عزیزوں سے میں اب نظریں چراتا ہوں
 اور اپنے دوستوں سے بھی میں یوں دامن بچاتا ہوں
 کہ ان کے پاس جاتا ہوں ، نہ میں ان کو بلاتا ہوں
 میں اپنوں میں تو رہتا ہوں مگر سب سے جدا ہوں میں
 مجھے لگتا ہے کچھ ایسا کہ تھلے لگ گیا ہوں میں!

ایک لیڈر!

(جاوید اختر سے مغدرت کے ساتھ)

ایک لیڈر کو دیکھا تو ایسا لگا
 جیسے دبی شراب
 جیسے خانہ خراب
 جیسے نگ وطن
 جیسے وعدہ شکن
 جیسے عادی فقیر
 جیسے مردہ ضمیر
 جیسے ناسور ہو کوئی سرطتا ہوا

ایک لیڈر کو دیکھا تو ایسا لگا
 جیسے بجلی کا تار
 جیسے خنجر کی دھار
 جیسے جنگل کی آگ
 جیسے زہریلا ناگ
 جیسے صمرا میں دھوپ
 جیسے شیطان کا روپ
 جیسے مندر میں ہو کوئی بھروسیا

ایک لیڈر کو دیکھا تو ایسا لگا
 جیسے دوٹوں کا چور
 جیسے ہبیت پر زور
 جیسے کانٹوں کا ہار
 جیسے مطلب کا یار
 جیسے ماں کا کھیل
 جیسے لاچ کی بیل
 جیسے اثر در ہو کرسی سے چمٹا ہوا

آرمی نامہ

(نظیراً کبر آبادی کی روح سے معدترت کے ساتھ)

جنگجو ہے صف شکن ہے سو ہے وہ بھی آرمی
غواص و کوئن ہے سو ہے وہ بھی آرمی
گلیوں میں خیمه زن ہے سو ہے وہ بھی آرمی
جو حافظِ وطن ہے سو ہے وہ بھی آرمی

اور وہ جو گلبدن ہے سو وہ بھی آرمی

یاں آرمی پہ جان کو دارے ہے آرمی
اور آرمی کو جان سے مارے ہے آرمی
وردی بھی آرمی کی اتارے ہے آرمی
چلا کے آرمی کو پکارے ہے آرمی!

حاضر جناب من ہے سو ہے وہ بھی آرمی

شوخ
بیانی

جرنیل آرمی میں ہی ملتے ہیں بے شمار
 میبھر اسی میں ہیں تو اسی میں رسالدار
 شکلیں تو ایک سی ہیں مراتب مگر ہزار
 ہے ٹینک پر کوئی تو کوئی جیپ پر سوار
 پیدل جو گامزن ہے سو ہے وہ بھی آرمی!

بیرک سے یاں نکل کے جو آتی ہے آرمی
 پاؤں زمیں پہ اپنے جماتی ہے آرمی
 عہدے وزارتوں کے جو پاتی ہے آرمی
 بتگنی کا سب کو ناج نچاتی ہے آرمی
 بیرک میں جو مگن ہے سو ہے وہ بھی آرمی

یاں آرمی ہی صدر ہوئی ، آرمی وزیر
 ممبر بھی آرمی ہی بنی ، آرمی سفیر
 یہ سب تو ہے مگر ہے یہ پھر پہ اک لکیر
 ”بازیگروں سے جان چھڑانی ہے گر نظیر،“
 امید کی کرن ہے سو ہے وہ بھی آرمی!

**شیخ
بیانی**

لمرک

شوخ
بیانی

بچت

دیکھ کر اس کو عدو کے ساتھ کل بازار میں
 دل مقید ہو گیا مایوسیوں کے غار میں
 پھر خیال آیا ، چلو اچھا ہوا
 اس بہانے ٹھنڈی اپنی بلا
 ورنہ ہو جاتی ہماری جیب خالی ، پیار میں!

جب چڑیاں چک گئیں کھیت

خواب کی مانگی تھی جو تعبیر وہ کیسے ملے
 بن کے جو بگڑے نہیں تقدیر وہ کیسے ملے
 آپ کو کھونے کا ہم کو غم نہیں
 ہاں ، مگر یہ فکر بھی تو کم نہیں
 لٹ گئی جو عشق میں جا گیر وہ کیسے ملے؟!

ہینڈز آپ

رہ گزر تاریک تھی ، جلتا دیا کوئی نہیں
تھا تعاقب میں وہ میرے ، دوسرا کوئی نہیں
اس نے جب دیکھا کہ میں لاچار ہوں
مجھ سے بولا "مغلس و نادار ہوں"
بس یہی پستول ہے اور آسرا کوئی نہیں!

شوخ
بیانی

آلے کے پراٹھے

میاں

تم نے جو کھلائے ہیں یہ آلو کے پراٹھے
 من کو مرے بھائے ہیں یہ آلو کے پراٹھے
 یہ دل یہ جگہ اس پہ لٹاؤں
 اور اس کو گلے سے میں لگاؤں
 جس نے بھی بنائے ہیں یہ آلو کے پراٹھے

بیوی

کیوں سر میں سمائے ہیں یہ آلو کے پراٹھے
 کیا پہلی دفعہ کھائے ہیں آلو کے پراٹھے؟
 پاگل نہ بنو، حد میں رہو تم
 غصے سے پڑوئی کے ڈرو تم
 ہمسائے سے آئے ہیں یہ آلو کے پراٹھے

ملاحت و حلاؤت!

اللہ اللہ کیا کرو
دل نہ کسی کو دیا کرو!



ہم آہ بھی کر دیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کر دیں تو مقدمہ نہیں بنتا



حضرت پہ اس مسافر بے بس کی روئے
جو صبح سے کھڑا ہو کہ دفتر کی بس ملے!



اگ رہا ہے لب و رخسار پہ سبزہ یارو
ہیں وہ دسویں میں مگر منہ پہ بھار آئی ہے!



عرصہ ظلمت حیات کئے
دیکھ لی وی کہ لمبی رات کئے

انتخاب کلام

سید ابوظفر زین (والد مختارم، شوکت جمال)

www.urdukutabkhanapk.blogspot.com



اردو کتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT

شیخ
بیانی

183